سلسلہ نمبر ۱۰

إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله

عیسائیوں کے ٹریکٹ حقائق قرآن اور

اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب

جس میں ہر اعتراض کا جواب قرآنی آیت سے دیا گیا ہے۔
اور جہاں مسلمات اہل اسلام سے اعتراض کیا گیا ہے وہاں
انہیں مسلمات اسلام ہی سے جواب شافی دیکر آخر
میں عیسائی مذہب کے معتبر محققین کی زبان سے
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو دکھایا ہے
(از جانب)

بزم تنظیم متصل مسجد وزیر خان لاہور

مرتبہ
علامہ حکیم ابو الحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خان

بار اول
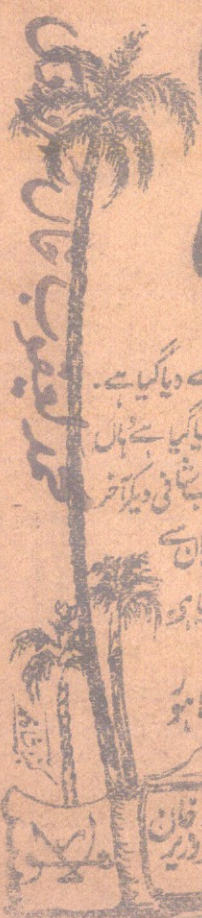
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ۔ دورِ حاضرہ
میں چونکہ آزادی کا زور ہے۔ اسی وجہ سے ہر سمت بے دینی کا شور ہے۔
آج وہ وقت ہے کہ انسان اگر چاہے کہ یکسو ہو کر ایک مذہب کا متبع بنا
رہے تو مشکل ہے۔ اس لئے کہ علم دنیا سے اٹھ رہا ہے جہالت عام
ہو رہی ہے پھر ایک جاہل جو اپنے پرانے طریقہ پر جا رہا ہے۔ اس کو جب
کوئی نئی آواز آتی ہے تو وہ مجبور ہے کہ اسے سنے اور سننے کے بعد معذور
ہے کہ مذبذب نہ ہو۔ پھر مذبذب ہونے پر اس کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ جس پر
اپنا یقین جمائے ہوئے ہے۔ جسے اپنا راہنما جان رہا ہے۔ جسکو عالم با
عمل سمجھ رہا ہے اس سے ان شبہات کا ازالہ کرے اور عالم جب اس سے
وہ اعتراضات سنتا ہے تو دو باتوں میں سے ایک بات کرنے پر مجبور ہوتا ہے
یا کہہ دیتا ہے کہ تم نے ایسے بیدین کی بات ہی کیوں سنی۔ اپنی پرانی روش پر
چلا جانا تمہارا فرض تھا۔ یا جواب دیتا ہے۔ اب جواب کی صورت بھی دو
حال سے خالی نہ ہو گی یا وہ جواب ایسے علمی جواہر ریزوں سے مزین ہو گا
کہ وہ سنکر کچھ نہ سمجھ سکا ہو۔ یا ایسے سادہ الفاظ میں ہو گا کہ اس کی اس جواب
سے سیری نہ ہو اور تیسرا درجہ جواب کا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی تشفی اس

جواب کرسکا ہو۔ مگر پھر جدید شبہات سے وہ اگر مذبذب ہو جائے تو اس میں اسکی جہل کی وجہ ہی ہو سکیگی۔ بہر کیف آج جہان عالم میں بیدینوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ وہاں عوام جاہل بھی ان کے نخچیر ہیں۔ سخت مشکل ہے آج حیرت ہی حیرت ہے انسان کرے تو کیا کرے۔ اگر سب سے صلح رکھتا ہے تو حکم قرآنی لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ کے خلاف ورزی کرنیوالا بنکر ملزم شرعی قرار پاتا ہے اور اگر سب کو دندان شکن جواب دیتا ہے تو ہمارے اپٹوڈیٹ انگریزی خوان ناراض ہوتے ہیں اگر خاموش رہتا ہے تو شیطان اخرس مداہن فی الدین قرار پاتا ہے۔ بنابریں چوتھا طریقہ ہمارے ذہن میں آیا ہے۔ وہ اگر ہمارا خیال غلطی نہیں کرتا تو شاید عام طور پر بھی پسندیدہ ہو گا۔ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنَ الْإِيمَانِ۔

وہ یہ کہ سخت کلامی درشت زبانی۔ سب وشتم طعن وتشنیع میں ہیں تو تو ولہی تولہے اوندھے سیدھے سے مجتنب رہ کر بخندان پیشانی سادہ بیانی اختیار کرکے مہذب پیرایہ میں معترض کے اعتراض کو لیکر اس کا شافی وافی کافی واضح لائح روشن طریق سے جواب دے۔ پھر منصف کیلئے وہ یقیناً مشعل ہدایت ہو گا اور غیر منصف کے لئے نہ وہ کفایت کرسکتا ہے نہ یہ۔ لہٰذا اس تمہید کے بعد اول ہمیں ایک بزرگوار کا تعارف کرا دینا ضروری ہے۔ تاکہ ناظرین انہیں سمجھ سکیں کہ یہ کون ہیں اور کیا ہیں۔ پھر ان کی ان عنایات

کا شکریہ جواب کی صورت میں پیش کر دینا ہے جو انہوں نے اپنی عصبیت مذہبی کے اقتضاء سے اسلام اور بانی اسلام سید اکرم رحمت دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کی ہیں۔ وَاللہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ۔

ایک مدت گزری کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ نکلا تھا جس کا نام حقایق القرآن تھا اوسکا جواب غیر مقلدین کی طرف سے بھی شائع ہوا تھا اور اہل سنت نے بھی بہت سے اجوبہ دیئے تھے۔

پھر دوبارہ جب کہ نومبر ۱۹۳۲ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کا سالانہ جلسہ ہونیوالا تھا اسوقت ایک اکرام الحق نامی عیسائی یا مرزائی یا لاالی ھؤلاء ولاالی ھؤلاء نے کھلی چٹھی بنام علماء کرام شایع کی جسمیں ہو بہو وہی اعتراضات حقایق القرآن کے حوالہ سے لکھکر احناف کو ڈرایا تھا کہ یا تو جواب شافی دو ورنہ میں مرزائی یا عیسائی ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اسی وقت بہت سے اجوبہ شایع ہوئے۔ جلسہ میں بھی علماء کرام نے مختصر جوابات دیئے۔ مگر احباب کا برابر اصرار رہا کہ جوابات مفصل براہین واضحہ کے ساتھ شایع کئے جائیں مگر میں ٹلاتا رہا آخرش بزم تنظیم نے بزور درخواست کی کہ جوابات لکھے جائیں ہم شایع کریں گے لہذا اب مجھے ان اعتراضات کے جوابات کے لئے قلم اٹھانا پڑا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ معترض میرے اجوبہ تسلیم کرے یا نہ کرے۔ مگر میں انشاء اللہ حتی المقدور ہر آیت کا جواب آیت سے اور حدیث کا جواب حدیث سے دونگا اور تہذیب کے دائرہ سے خارج کوئی لفظ اپنی قلم سے نہ نکالونگا۔ آئندہ ہدایت یہ قدرت الٰہی میں

ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

ملخص تمام اعتراضات کا یہ ہے کہ

ازروئے قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں حوالجات قرآنی دیئے ہیں اور ان اولہ کی تعداد چودہ تک پہنچائی ہے ہم معترض صاحب کے اعتراض کو عنایت کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرینگے اور جواب کے موقعہ پر شکریہ لکھینگے اور جملہ اعتراضات کا ملخص نقل کرینگے۔

عنایت اول - حضرت مسیح کی پیدائش بے باپ کے معجزانہ تھی اس لئے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔

شکریہ - میاں اکرام! آپ نے سخت غلطی کی ہے جو محض اس کی وجہ سے آپ عیسائی بننے کو طیار ہو گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے۔ عزیز من! معجزہ کی تعریف تو یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی برگزیدہ نبی سے اسطرح کوئی فعل سرزد ہو کہ اس کے مقابلہ سے عوام عاجز آجائیں۔ اور وہ قوت ان کی ذاتی نہ ہو بلکہ لبطاء الہیٰ ان میں نظر آئے۔ مگر اس معجزہ کا فاعل بظاہر وہی نبی ہو۔

امر ولادت ایک ایسی چیز ہے جسکا تعلق پیدا ہونے والے سے نہیں بلکہ پیدا کرنے والے سے ہے اور جس فعل کا ظہور خالق کی طرف سے ہو اسے مخلوق کی طرف منسوب کر کے معجزانہ کا دعویٰ کرنا محض خوش فہمی کی دلیل

ہے بلکہ بموجب آیہ کریمہ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. حضرت آدم کی صورت ولادت بجائے حضرت عیسیٰ کے زیادہ معجزانہ ہے لہٰذا عیسائی بننے کی طیاری نہ کیجئے بلکہ آدمی بننے کی فکر فرمائیے کیونکہ آیہ مذکور میں صاف ارشاد ہے کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال مثل آدم کے ہے (کہ وہ بے باپ پیدا کئے گئے) اور آدم کو محض مٹی سے بنا کر حکم فرمایا تو وہ پیدا ہو گئے۔ یہاں ماں ہے نہ باپ۔

علاوہ ازیں شان تخلیق اب تک چار صورتوں میں نظر آئی ہے۔ اول درجہ یہ کہ بلا وساطت والدین جیسے آدم صفی علیہ السلام دوسرے بوساطت والدہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام۔ تیسرے بوساطت مرد جیسے حضرت حوا علیہا السلام چوتھے بوساطت والدین۔ جیسے تمام مخلوقات۔ اور غالباً یہی شان تخلیق خالق زمین و زمان کو زیادہ مرغوب ہے کہ اس صورت میں اپنے محبوب خاص جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت فرمائی۔ پھر اگر معجزانہ تخلیق سبب شرافت و عظمت علی الخلائق ہے تو آدمی بننا پسند نہ ہو تو حوائی بنئے کہ اور بھی زیادہ معجزانہ ہے کہ عادت اللہ کے خلاف ظہور ہوا ہے۔

اور پھر ناقۂ صالح علیہ السلام کو سب سے افضل ماننا پڑے گا کہ وہ پتھر کی چٹان سے نکلا اور باہر آتے ہی بچہ دیا لہٰذا ناقئی بنئے اور اس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ نَاقَةَ اللّٰہِ وَسُقْیٰھَا.

میاں اکرام! اعتراض کرتے یا حقائق قرآن پڑھتے وقت کچھ سوچا بھی ہوتا یوں ہی پکا بیٹھے کہ میں دلائل حقائق قرآن سے متاثر ہو چکا ہوں۔ ہمیشہ

یاد رکھو کہ ہر فعل فاعل کی ذات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور مفعول پر اسکا ظہور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شان سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرما کر بتایا کہ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ۔ ہم نے مسیح کو بے باپ پیدا کرکے اپنی قدرت کی ایک نشانی بنائی ہے نہ کہ حضرت مسیح کی شرافت بھی اسمیں مضمر ہے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو بہت سے کیڑے مکوڑے موسم برسات میں بلا ماں باپ وجود میں آتے ہیں وہ بھی افضل قرار دینے پڑینگے۔ امرود کے اندر گولر کے اندر خود بخود کیڑا بھنگا پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ معجزانہ ولادت ہے۔ لہٰذا فرمائیے کہ یہ بھی سب سے حتیٰ کہ معاذ اللہ عیسٰی علیہ السلام سے بھی افضل ہیں واللہ الہادی۔

غنایت ۲ مسیح کی والدہ حضرت مریم کو سب جہان پر فضیلت ہے لہٰذا مسیح افضل ہیں:۔

شکریہ۔ عزیز من! والدہ کی افضلیت سے مولود کی افضلیت کو کیا تعلق اور اگر حضرت مریم کو آپ وَطَهَّرَكِ عَلٰى نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ سے تمام زمانہ کی عورتوں پر افضل مانتے ہیں تو عیسائی بننے اور مرزائی ہونے کی کیوں ڈانٹ بتائی مریمی ہونے کی دھمکی دی ہوتی۔ علاوہ ازیں طَهَّرَكِ کا ترجمہ ہی دیکھ لیا ہوتا تاکہ آپ کو عرف عرب تو معلوم ہو جاتا۔ دیکھئے مفسرین نے عرف کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کیا ہے وَطَهَّرَكِ مِنْ مَّسِيْسِ الرِّجَالِ یعنی مس ذکور سے پاک کیا ہے جو ایک امر واقعہ کا اظہار قرار پاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے ماتحت مفسرین نے جس قدر اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے

کوئی بھی آپ کے دعویٰ کا مؤید نہیں۔ ملاحظہ ہو پہلا قول تو مذکور ہو چکا علاوہ اس کے دو قول اور ہیں :-

۱۔ قِیْلَ مِنَ الْمَحِیْضِ۔ قَالَ اسدی کَانَتْ مَرْیَمُ لَا تَحِیْضُ۔ یعنی پاک کیا تجھ کو اے مریم حیض سے۔ علامہ اسدی کہتے ہیں کہ حضرت مریم حائضہ نہیں ہوئیں

۲۔ وقِیْلَ مِنَ الذُّنُوْبِ۔ یعنی اور پاک کیا اللہ نے اے مریم تمکو گناہ ہونے اور علی نساء العالمین کے ماتحت لکھتے ہیں :-

قِیْلَ عَالَمِیْ زَمَانِھَا۔ وَقِیْلَ عَلٰی جَمِیْعِ النِّسَاءِ الْعَالَمِیْنَ فِیْ اَنَّھَا وَلَدَتْ بِلَا اَبٍ وَلَمْ یَکُنْ ذَالِکَ لِاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ وَقِیْلَ بِالتَّحْرِیْرِ فِی الْمَسْجِدِ لَمْ تُحَرَّرْ اُنْثٰی۔ یعنی بعض کہتے ہیں ان کے زمانہ کی عورتوں پر طہارت دی گئی۔ بعض کہتے ہیں۔ تمام زمانہ کی عورتوں پر ظاہر ہوئیں اس لئے کہ بغیر مرد کے اولاد دی اور یہ بات زمانہ کی عورتوں میں نہیں۔ بعض کہتے ہیں حمل میں آزاد ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوئیں۔ پھر فرمایئے عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے کیا نفضیلت۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے ؎

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر ٭ گل از خار است ابراہیم از آذر

اور اگر بالفرض غلط ہم تسلیم بھی کریں تو عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کی وجہ سے افضل ماننا پڑے گا اور سرکار ابد قرار روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ازدواج مطہرات کو یہ شرف ملا کہ ارشاد ہوا یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔ اے ہمارے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اور اس سے بڑھ کر یہ شرف محض حضور کی وجہ سے ملا۔ کہ ازدواج مطہرات

مومنین کی مائیں قرار پائیں۔ اور صاف حکم آیا النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم۔ یعنی ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ مالک ہیں۔ اور ان کی بیبیاں انکی (یعنی مسلمانوں کی) مائیں ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ان ذالکم کان عند اللہ عظیماً۔ ان کے بعد نہ نکاح کرو ان کی بیبیوں سے بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے اور اگر طہر کا مقابلہ منظور ہے تو لیجئے انما یرید اللہ لیذہب علیکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً۔ وہاں والدہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کی عورتوں میں مطہر تھیں یہاں بہ تصدق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت اطہار مطلقاً مطہر ہوئے۔ تو اب فیصلہ کر لیجئے کہ بموجب آپ کے دعویٰ کے عیسیٰ علیہ السلام نسبت ام کی وجہ سے باعظمت قرار پا رہے ہیں اور یہاں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ازواج کو شرافت مل رہی ہے ذرا انصاف سے فرمائیں کس میں افضلیت نکلی اگر اللہ انصاف دے تو صاف کہوگے کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ثابت اور ہمارے حقائق قرآن کا دعویٰ باطل۔ اور پھر خود سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہوا۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا۔ یعنی اے محبوب ہم نے تجھ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ للناس میں الف لام استغراقی ہے۔ جو احاطہ افراد کا مقتضی ہے بنا بریں بدء خلق سے قیام ساعت تک ہر متنفس رسالت میں حضور کا محتاج حتیٰ کہ انبیاء سابقین بھی

خواہ یحییٰ ہوں یا موسیٰ۔ از آدم تا عیسیٰ علیہ السلام نبوت و رسالت میں حضور کے دست نگر۔ اسی بناء پر محققین حضور کو "نبی الانبیاء" فرماتے ہیں اور خود حضور بھی سناتے ہیں انا امام الانبیاء ہم تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ علاوہ ازیں واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتابٍ وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری۔ قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ اور یاد کرو اے محبوب اس واقعہ کو) جب اللہ نے پیغمبروں سے انکا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ "النبیین" میں الف لام استغراقی ہی ماننا پڑیگا اس لئے کہ جمع پر الف لام مفید استغراق ہوتا ہے۔ بنابریں صاف ظاہر ہے کہ اتباع سید الرسل ہادی سبل جناب محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موسیٰ ہوں یا عیسےٰ آدم ہوں یا یحییٰ۔ شیث ہوں یا شعیب ابراہیم ہوں یا اسمٰعیل سب پر لازم ہوا۔ اور حضور کی فضیلت تام اور شرف تمام واضح ولائح اور مزید برآں یہ کہ ہر نبی کی نبوت ہی اس امر پر موقوف ماننی پڑیگی۔ کہ وہ اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس عہد کا شریک ہو عام اس سے کہ عیسیٰ، موسیٰ ہوں یا آدم و یحییٰ علیہم السلام۔ وللہ الحمد۔ میاں اکرام! انصاف سے کہنا۔ کیا اب بھی ختم

مرزائی عیسائی ہونے کو طیار ہو۔ اگر زبان سے نہیں تو آپ کا ضمیر ضرور آپ کو ہمارے
اس معروض کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا۔

عنایت ۳ حضرت مسیح کی عادت کے وقت خارق عادت امور ظاہر ہوئے
درخت خرما نے جو سوکھا ہوا تھا تر ہو کر تازہ کھجوریں دیں۔ چشمہ جاری ہو گیا۔ بموجب
آیۃ کریمہ۔ فنادی ھا من تحتھا ان لا تحزنی قد جعل ربک تحتک
سریا۔ وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا فکلی و
اشربی وقری عینا۔ یعنی تو اسے اس کے تلے (فرشتہ پکارا) کہ غم نہ کھا
تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے۔ اور کھجور کی جڑ پکڑ اپنی طرف
ہلا۔ تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گرینگی۔ تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔

شکریہ۔ بے شک یہ خارق عادت امور ہوئے مگر نہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف
سے بلکہ قبل از ولادت عیسیٰ وقت دردزہ یہ امور ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اگر ان
آیات سے اوپر کی آیت پڑھ لی جاتی تو معاملہ صاف ہو جاتا فاجاءھا المخاض
الی جذع النخلۃ قالت یلیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا۔ اس کے
بعد ہے فناداھا من تحتھا۔ جسکا ترجمہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ دردزہ کا ہے
جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہی نہ ہوئی تھی چنانچہ لفظی ترجمہ یہ ہے
پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا۔ تو (حضرت مریم) بولیں ہائے
کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی۔ اور بھولی بسری ہو جاتی تو فناداھا
من تحتھا تو اسے اوسی کھجور کے تلے سے فرشتہ پکارا کہ غم نہ کھا۔ الخ۔
دوسرے ان امور سے قدرت خداوندی کا اظہار ہوا یا کہ اعجاز مسیح کا قطع

نظر اس کے ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ کہ بے یار و مددگار یتیم بچے کی پرورش ایسی شان سے ہوئی کہ بادشاہزادوں کی بھی نہ ہوئی۔ دور نہ جائیے نور جہاں بیگم کے حالات ہی پڑھ لیجئے کہ وہ کیسے پیدا ہوئی اور جہانگیر بادشاہ کی کسطرح بیگم بنی۔ مختصر قصہ بھی سن لیجئے تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں۔ نور جہاں کا دادا شاہ طہماسپ صفوی ۹۳۰ھ کے امراء میں سے تھا اس کے انتقال کے بعد ان کا خاندان زیر عتاب شاہی آگیا۔ تمام جائیداد ضبط کرلی گئی چنانچہ نور جہاں بیگم کے والد مرزا غیاث اپنی بیوی کو لے کر جان بچاکر بھاگے۔ چونکہ بیوی پورے دنوں سے تھی راستہ میں وضع حمل ہوگیا اور لڑکی پیدا ہوئی۔ ادھر تو بے خانماں بحالت بے بابی نکلنا ہوا ادھر اس بے سروسامانی میں لڑکی ہوگئی۔ اپنی جان ہی بھاری تھی۔ لڑکی کہاں لیجاتے۔ جنگل میں ڈال سپرد خدا کرآگے چلدیئے۔ حسن اتفاق پیچھے سے ایک قافلہ آرہا تھا۔ اس کے میر قافلہ کی نظر اس لڑکی پر پڑی۔ لاولد تھا۔ غنیمت جان کر اسے اٹھالیا۔ دودھ پلانے والی کی تلاش ہوئی۔ اگلے قافلہ میں اسی لڑکی کی ماں دایہ مقرر ہوئی مختصر یہ کہ شدہ شدہ دربار شاہی تک رسائی ہوئی اور لڑکی کا نام مہرالنساء رکھا گیا اور شیر افگن سے عقد کیا گیا اوس کے قتل کے بعد جہانگیر کے محل میں آئی اور نور جہاں خطاب پاکر پردۂ جہانگیر میں ملکہ ہوکر حکمران ملک بنی۔ یہی حال اکبر بادشاہ کا ہے جو تواریخ میں آپ کو ملے گا۔ لہٰذا یہ امر بھی کوئی ایسا نہیں۔ جسکی بناء پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مسیح کو فضیلت دی جاسکے۔ پھر حضرت مسیح کی ولادت میں قرآن کے اندر کوئی خاص منقبت نہیں برخلاف حضور کے متعلق کہیں ارشاد ہے لقد من اللہ

علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً یعنی ہم احسان رکھتے ہیں مومنین پر کہ ان میں ہم نے رسول مطلق مبعوث فرمایا۔ کہیں ارشاد ہے قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین بے شک تم میں اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روشن کتاب آئی کہیں فرمایا یاایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدیً ورحمۃ للمؤمنین۔ اے لوگو! بے شک تشریف لائے تم میں نصیحت مجسم تمہارے رب کی طرف سے اور شفا تمہاری صدری امراض کی۔ اور ہدایت ورحمت مومنین کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ذرا کوئی بتائے تو کہ سوائے حضور کے کسی نبی کے لئے رب العزت جل علا تبارک وتعالٰے نے یہ شان ولادت ثابت کی۔ میاں اکرام! انصاف شرط ہے۔ حسد و عناد سخن پروری مذہب پرستی دوسری چیز ہے اور حقیقت شناسی دوسری شے ہے۔

غنایت عنٰ مسیح نے شیر خواری میں کلام کیا۔ لڑکپن میں ان کو کتاب ملی لہذا وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔

شکریہ۔ اگر یہی معیار فضیلت ہے تو حضرت یحیٰی کو اس سے بڑھ کر فضیلت میں ماننئے کہ یہاں دعوی مسیح ظاہر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے قال انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کے لئے ارشاد ہے یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا وحنانا من لدنا وزکوۃ یعنی رب العزت فرماتا ہے۔ اے یحیٰی کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے (یعنی یحیٰی کو) بچپن ہی میں نبوت

دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر ڈالا تھا۔ بنا برین اکرام میاں کو چاہیئے اس اصول کے ماتحت یحییٰ نبی نہیں۔ کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا۔ یہاں خاص حکم یحییٰ علیہ السلام کی طرف ہوا۔ وشھد شاھد من اھلھا ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت سورہ یوسف میں جو تذکرہ ہے یوسف علیہ السلام کی براءت کی شہادت شیر خوار بچے نے دی تھی لہٰذا اسے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل مانیئے کہ یہ نبی ہو کر کلام کرتے ہیں۔ اور وہاں بغیر نبی ہوئے بول رہا ہے۔ جان عزیزا کیوں دہوکہ میں پڑ کر عوام کو دہوکہ میں ڈال رہے ہو۔ ذرا سمجھ کر میدان میں آیا کرو۔

احوال مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مذکورہ امور معیار افضلیت نہیں۔ بلکہ فضیلت و افضلیت کے لئے وہ شان ہونی چاہیئے جو حضور کے لئے وضاحتاً قرآن پاک میں جا بجا مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اول۔ حضور کے صدقہ میں گناہگاران امت کی خطاؤں کی معافی کا صراحتاً وعدہ فرمایا گیا۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ یعنی جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ آگے حضور کو مومنین کے ہر معاملہ کا مختار کلی بنا کر ان کے فیصلہ کو بخوشی قبول کرنے پر ایمان موقوف کیا جاتا ہے فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجًا

مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور اسے مان لیں۔ کہیں حضور کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا جارہا ہے اور حضور کی وجہ میں حضور کی ہمراہی جماعت کے لئے اجر عظیم اور مغفرت کی بشارت دی جاتی ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ الخ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل (آخر آیت تک بیان فرماتے ہوئے اخیر میں فرماتے ہیں) جو ان میں ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں ان کے لئے وعدہ کیا اللہ نے بخشش اور بڑے ثواب کا۔ کہیں حضور کے ایذا دینے والوں کو اپنے ایذا دینے والا فرمایا۔ حالانکہ اس قادر مطلق کو کوئی ایذا نہیں دیسکتا۔ مگر غایت قرب و محبت دکھانے کو ارشاد ہوا۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو انپر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر

بیعت کرنے والوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے والا فرمایا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے جنہوں نے حضور کی غلامی اختیار کی ان کے لئے رضائے الٰہی کا ڈپلوما دنیا میں عطا ہوا۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ حضور کے فعل کو اللہ جل علا تبارک و تعالیٰ اپنا فعل فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی۔ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ حضور کے صدقہ میں مومنین کے مقاتلہ کو اللہ اپنا فعل فرما رہا ہے فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ۔ تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔ حضور کا ادب اتنا زبردست تعلیم فرمایا گیا کہ کسی نبی کے لئے بھی یہ رتبہ نہ آیا کہ نام لیکر بھی نہ پکارو بلکہ خطابات خاص سے ندا دو۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ ہمارے رسول کو نہ پکارو ایسے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا۔ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا دوسری جگہ وضاحتاً فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم

اللہ ولیغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم۔ اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سرکار مدینہ کے حضور آواز بلند کر کے بات کرنے کی ممانعت کی گئی۔ یاایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب دان نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ اور کہاں تک کہوں کہیں شرح صدر کی بشارت ہے۔ کہیں اپنے فضل کے ساتھ اپنے حبیب کے فضل کو دکھا کر غنی کر دینا بتایا جارہا ہے۔ یہ وہ مراتب ہیں کہ کسی نبی میں نہیں ہے۔ حضور کو امر و نہی کا مالک بتایا۔ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھیکم عنہ فانتھوا۔ جو ہمارے حبیب تمہیں دیں وہ لیلو اور جس سے روکیں باز رہو۔ دیکھا آپ نے یہ ہے شان محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ فضائل نہیں۔ رہا یہ کہ خالی الی عبد اللہ آتانی الکتاب وغیرہ وغیرہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ آپ کو کتاب بچپن میں عطا ہوئی یہ غلط ہے اور اسوجہ سے غلط ہے کہ بوجہ لاعلمی اکرام میاں اسکے معنی ہی نہ سمجھے۔ اگر کسی اہل علم سے پوچھ لیتے کبھی نہ کہتے۔ جبکہ عرف بلغا

واہل لسان ہی یہ ہے کہ مستقبل جب یقینی ہو تو اس کو ماضی کے صیغہ سے ظاہر کیا کرتے ہیں۔ اور اس کی نظائر بہت سی ہیں۔ جیسے اذ السماء انشقت۔ اذ الکواکب انتثرت۔ اذ السماء انفطرت وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر انجیل وغیرہ میں کہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسوقت یہ دعوے فرمارہے تھے اسوقت ان کے لئے کتاب نازل ہو چکی تھی۔ تو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ بلکہ حقیقتاً عیسیٰ علیہ السلام کو مہد مادر میں جب قوم نے دیکھا تو وہ متعجب ہوئی تو آپ نے شروع سے بعطاء الٰہی اوسوقت کلام فرمایا اور اس میں بتایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خدا کا بیٹا نہیں۔ اور مجھے کتاب و نبوت بھی ملے گی وغیرہ وغیرہ۔ اللہ ہدایت دے اور اگر انصاف ہو۔ تو معاملہ صاف ہے۔

عنایت ۵ ۔ قرآن سے ثابت ہے کہ مسیح کو جب دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتہ آکر اسے بجسم خاکی آسمان پر لے گیا اور کفار سے بچالیا اور حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مخالفوں نے گھیرا تو کوئی فرشتہ نہ آیا۔ نہ ان کو آسمان پر اٹھایا۔ لہٰذا مسیح افضل ہے۔

شکریہ ۔ بے شک قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ آیا ہے۔ مگر انصاف تو یہ تھا کہ اصل واقعہ صاف دکھاتے تاکہ ناواقف مغالطہ میں نہ پڑتا۔ اگر ٹھنڈے کلیجہ سے سنیں تو ہم عرض کریں۔ قرآن کریم میں ہے۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۔ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۔ یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نے

ان سے کفر پایا تو بولے کون میرا مددگار ہوتا ہے اللہ کے لئے۔ حواریوں نے کہا ہم مددگار ہیں اللہ کے لئے۔ یہ شان تو عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ اب حضور کے مرتبہ کا اندازہ کیجئے کہ اللہ جل علانے اس پاک ہستی کو وہ دلاوری و شجاعت و قرب عطا فرمایا کہ آپ کو اپنی مدد کے لئے فرشتہ تو فرشتہ کسی صحابی کی مدد کی بھی حاجت نہ تھی چہ جائیکہ آسمان پر جانیکے لئے دعا کرتے۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اے حبیب اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے دنیا میں ہی قلب قوی عطا فرما کر دشمنوں میں اس شان سے رکھا کہ مکہ سے تشریف لاتے وقت چپہ چپہ پر دشمنوں کا ڈیرہ تھا۔ کوچہ کوچہ گلی گلی حتیٰ کہ باب عالی تک محصور تھا مگر عصمت الٰہی میں رہ کر اس شان سے مدینہ آئے کہ وہیں مکہ کے غار میں رہے اور کفار گشت کرتے رہے۔ مگر حضور کا بال بیکا نہ کر سکے۔ میاں اکرام! احساس بغاوت پر حواریوں سے استمداد کرنے والا زیادہ رتبہ والا ہو سکتا ہے یا جاں نثاروں کی جاں نثاری دیکھتے ہوئے یہ کہنے والا کہ جاؤ مجھے میرے رب نے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔ ذرا انصاف کرو اور انصاف سے کہو کہ کیسی کہی۔ واہ میاں اکرام آپ تو آپ ہی ہیں آپ اگر واقعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کے قائل ہوئے تھے تو یہ قصہ نہ چھیڑا ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر آپ کو فرشتہ کے نہ آنیکی ہی شکایت ہے تو اپنی معلومات کی کوتاہی کا شکوہ کیجئے۔ کیا آپ نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ حضور کی مدد نہیں بلکہ حضور کے غلاموں کی

امداد بہ تصدق ذات محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں کی گئی جسکا تذکرہ آیہ مذکورہ میں فرمایا یعنی بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔ اس کے آگے اسی جگہ ارشاد ہے۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ۔ یعنی جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ آگے اس فرمان محمدی کی تصدیق میں ارشاد ہوتا ہے بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔ ہاں کیوں نہیں۔ اگر تم صبر و تقویٰ کرو۔ اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجیگا۔ آگے ایک مقام پر ارشاد ہے۔ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ۔ یعنی جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی۔ کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں۔ ہزار فرشتوں کی قطار سے۔ آگے یوم حنین کے واقعہ میں ارشاد ہے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ پھر اللہ نے تسکین نازل فرمائی اپنے رسول اور مؤمنین پر اور وہ لشکر اتارا (فرشتونکا) جو تم نہ دیکھتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔ کہئے میاں اکرام! بس یا ابھی اور ضرورت ہے واللہ الہادی

بخوف ضخامت رسالہ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ جتنی دلائل قرآنی درکار ہوں اور
حاضر کر سکتا ہوں اب ذرا ٹھنڈے کلیجے انصاف کی نگاہ سے میرا رسالہ
پڑھ کر فیصلہ کرنا۔ آئندہ اختیار بدست مختیار۔

عنایت عـ۶ـ مسیح کا جسم باوجود حاجت بشریہ کے آجتک محفوظ ہے
حالانکہ اور کسی کا نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ مسیح محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے
افضل ہے +

شکریہ۔ جسم کا محفوظ رکھنا رکھنے والے کی قدرت پر دال ہے یا رہنے والے
کی فضیلت پر۔ بر این عقل و دانش اور کیا کہوں۔ کہیں آپ خفا ہو کر غصہ کے بائیکر
کو تیز نہ کریں۔ بھائی جان جسم تو ملائکہ بھی رکھتے ہیں۔ اور آجتک بدستور ہیں۔
بلکہ ان پر تو کسی دشمن کو حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام
دنیا میں تشریف لاکر انتقال فرمائینگے ملائکہ اسوقت بھی بدستور ہونگے۔ لہذا
عیسائی / مرزائی / نہ بنیئے اس لیئے کہ مرزا صاحب تو مر کر مٹی میں مل چکے اور عیسے
علیہ السلام بھی انتقال فرمائینگے۔ مگر ملائکہ بدستور رہینگے اور آپ کے نزدیک معیار
افضلیت یہ ٹھہرا کہ جو آسمان پر چلا جائے یا زندہ رہے وہ سب سے افضل
ہے حالانکہ دنیا میں بے جان چیز دیکھیں بہت سی چیزیں ایسی ملینگی جن کی زندگی
عیسے علیہ السلام سے کہیں بڑی ہے۔ جیسے پہاڑ، آسمان، چاند سورج
ستارے تو ان کو بھی حضرات انبیا علیہم السلام پر آپ افضل مانیں گے
اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ پھر ایسے لایعنی وجوہات
پیش کرنے سے کیا فائدہ۔ جان عزیز ذرا سوچو سمجھو ہوش میں آکر بات کیا کرو

مذہبی نشہ میں آنہ صاد عندہ بھکا کرو اور اگر یہی ہے تو الیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ فرعون کے متعلق ہے اور اسکا ظہور بھی ہوگیا کہ آج اسکی لاش مصر کے میوزم میں بتائی جاتی ہے۔

غنایت ع۸ مسیح نے جانوروں کو پیدا کیا۔ حالانکہ پیدا کرنا خاصہ خداوندی ہے۔ اور بیماروں کو۔ اندھوں کو، کوڑھیوں کو تندرست سوانکھا بنایا۔ مردے زندہ کیے۔

شکریہ۔ صاحب قرآن تو یوں فرما رہا ہے۔ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ وَّھُوَالْوَاحِدُ الْقَھَّار۔ یعنی اے حبیب فرما دیجئے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہ ہی زبردست خالق و قہار ہے ہاں خوب یاد آیا آپ غالبًا اس آیت کے نہ سمجھنے سے دھوکہ میں پڑے جس میں عیسٰے علیہ السلام کے ماذون ہونے کا ذکر ہے۔ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِءُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ یعنی میں مٹی سے جانور کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونکتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے زندہ جانور بن جاتا ہے اور میں بیماروں کو اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ عیسٰی علیہ السلام یہ سب کام بحکم الٰہی کرتے تھے۔ بلکہ پھونک دینا مسیح کا کام تھا مس فرمانا مسیح کا کام تھا اور اس پھونک اور مس میں اثر ڈالنا خدا کا کام۔ بنابرایں نہ مسیح خالق ہوئے نہ شافی اور نہ خدا کی خدائی میں شریک۔

مجھے آپ کے اس دعوے پر ہنسی آتی ہے۔ برادرم ذرا انصاف سے کہنا اگر بادشاہ پھانسی کا حکم دے اور اس کی تعمیل کرنے والا اس حکم کو

پورا کر دے تو کیا اس کے معنی یہ ہونگے کہ وہ محکوم بادشاہ ہو گیا۔ مجسٹریٹ کو جسٹس کو مجاز ہوتا ہے سزا اور عفو جرم کا۔ مگر باذن بادشاہ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ مجسٹریٹ اور جسٹس خود بادشاہ ہیں۔ ذرا خوش فہمی کو علیحدہ کر کے تعقل سے کام لے کر وجہ ترجیح بتانی تھی۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ علاوہ ازین کیا انبیاء اس لیئے آئے تھے کہ اندھی آنکھ والے کو تندرست کر دیں مردے کو زندہ کر دیں۔ مٹی کے جانور بنا کر پھونک سے اڑتا ہوا دکھا دیں حاشا وکلا۔ انبیاء کے یہ کام نہیں۔ بلکہ جو نبی جس قوم کے اندر آیا۔ اسے اسی قوم کے مذاق کے مطابق معجزہ ملا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اسوقت ہوئی جب کہ جادوگری کے فن کا چرچا تھا۔ چنانچہ ان کے عاجز کرنے کے لیئے آپ کو جادو شکن معجزہ عطا ہوا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ۔ اور تیرے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔ عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور بھی میرے اس میں کام ہیں۔ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ۔ فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ۔ تو آپ نے اسے ڈال دیا تو جب ہی وہ اڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔ پھر ارشاد ہوا۔ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ۔ اسے پکڑ لے اور اس سے نہ ڈر اب ہم اسے پہلی طرح کا کر دینگے۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ۔ اِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

اِنَّهٗ طَغٰی۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلیگا۔ بے کسی مرض کے
یہ ایک اور نشانی ہے یہ اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھلائیں۔
فرعون کے پاس جا اس نے سرکشی کی ہے۔ چنانچہ اسی معجزہ کے اظہار کا
واقعہ دوسری جگہ مذکور ہے۔ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ
مِنْ سِحْرِهِمْ الخ اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں حکمت
یونان کا چرچا تھا تو حکما میدان حکمت میں آکر کوس لمن الملک بجایا کرتے تھے
اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور حکماء کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ دیا
جسکا مقابلہ حکماء زمانہ نہ کر سکے یعنی محض مس کرنے سے مادر زاد اندھے کا
سوانکھا ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ مردے کا جی اٹھنا۔ زمانہ سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم میں فصاحت و بلاغت کے دریا امنڈ رہے تھے۔ علمی مذاق کا ستارہ
اوج پر تھا تو حضور کو ان کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ عطا ہوا کہ فصحاء
و بلغاء عرب دبے لچے رہ گئے اور میدان فصاحت میں آکر دعوےٰ کرنے کی
بجائے گوشۂ عجز میں جا بیٹھے اور خدا نے اپنے محبوب کی زبان سے علی
الاعلان ڈنکے کی چوٹ کہلوا دیا۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ
عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ
لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ یعنی اے حبیب! علی الاعلان کہدیجئے کہ اگر جن اور انس
اس پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن پاک کی مثل لائیں تو نہ لا سکینگے۔ اگرچہ
ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں اور یہ معجزہ قیامت تک کے لئے
واضح و لائح طور پر قائم ہے۔ اعجاز ہائے عیسوی ان کی ذات کے ساتھ

گرے۔ معجزات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اُس وقت بھی تھے۔ اور اب بھی ہیں اور قیامت تک رہینگے۔ پھر کفار نے جب کوئی جدید معجزہ انبیاء سابقین کے معجزوں سے بڑھتا چڑھتا مانگا تو حضور نے علی الفور دکھایا۔ جیسا کہ شق قمر جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ یعنی قریب ہوگئی قیامت اور شق ہوگیا چاند۔ اور جب دیکھتے ہیں کوئی نشانی منہ پھیرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے پرانا۔ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔ ہاں اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ کفار نے حضور سے کوئی معجزہ طلب کیا اور حضور دکھا نہیں سکے یا دکھانے میں اپنی معذوری ظاہر کی۔ تو اگر آپ قرآن سے دکھائینگے تو انشاءاللہ ہم قرآن سے اسکا جواب عرض کردینگے اور اگر آپ حدیث سے اڑائینگے تو ہم احادیث سے جواب نذر کریں گے۔

عنایت ۹ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ لوگ جو کچھ گھروں میں کھاتے یا رکھتے تھے۔ حضرت مسیح ان کو بتا دیتے تھے۔ یہ علم غیب کی صفت ہے جس میں مسیح شریک ہے۔ ثابت ہوا کہ مسیح افضل ہے
شکریہ۔ جی ہاں وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ۔ میں یہی ذکر ہے۔ مگر افضلیت تو جب ثابت ہوتی جب کہ مسیح تو یہ بتا دیتے اور حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نہ

بتاتے اب ذرا آپ سنبھلکر بیٹھئے اور گوش ہوش کے ساتھ مسموع فرمایئے
اور سمجھئے کہ حضور کی کیا شان علم ہے۔ مگر قبل اس کے کہ میں حضور کی وسعت
علم آپ کو دکھاؤں یہاں پر عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ اس صورت میں بھی
آپ کو آدمی بننا چاہیئے تھا نہ کہ عیسائی۔ اس لئے کہ عیسٰی علیہ السلام تو گھر
میں جو لوگ کھاتے اسے بتا دیتے یا جو کچھ جمع کرتے وہ بتاتے اور آدم
صفی علی نبینا و علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے وعلم آدم الاسماء
كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ ملائکہ کے مقابلہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے سکھائے
تمام اشیاء کے نام۔ پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں اور کہا سچے ہو تو
ان اشیاء کے نام بتاؤ تو عرض کرنے لگے۔ پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم
نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ آگے ارشاد ہے قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآ
ئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ الخ
فرمایا اے آدم تم بتا دو انہیں سب اشیاء کے نام۔ جب آدم نے انہیں
سب کے نام بتا دیئے تو فرمایا ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جانتے ہیں الخ۔ اور سمجھ
لیجئے کہ عیسٰی علیہ السلام اشیاء میں سے صرف کھانے اور جمع کرنے کا علم رکھتے
تھے اور آدم علیہ السلام سب کچھ اشیا کو جانتے تھے۔ تو آدم افضل ہونے
چاہئیں تو اس اصول کی بنا پر جناب کو آدمی بننا ضروری ہے۔ اب لیجئے دو
دلائل جو وسعت علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن پاک میں ہیں
اگرچہ سب نہیں کہ رسالہ مختصر ہے لیکن مختصر میں مختصر عرض کرتا ہوں۔ حضرت عیسٰی

علیہ السلام نے تو خود دعوی کیا جسکا تذکرہ قرآن پاک میں ہے۔ اور یہاں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے متعلق خود خدا جل وعلا قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ یعنی بے شک اے حبیب ہم نے تجھے بھیجا حاضر وناظر اور خوشی و ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ دوسری جگہ فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ شاہد شہود سے ہے اور شہود حضور ہے۔ شاہد مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ رویت ہے تو وہ بے شک شاہد ہیں اور جو شاہد ہے وہ بلاشک حاضر ہے اور جو حاضر ہے وہ یقیناً ناظر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں اپنی ساری بادشاہی آسمان و زمین کی تو جس چیز کو اللہ سبحانہ وتعالے کی سلطنت سے خارج مانا جائے وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے مگر چونکہ اللہ تعالے سے کوئی چیز غائب نہیں اور نہ سلطنت ہی سے خارج تو آسمان و زمین کی تمام مملکت ابراہیم علیہ السلام کی زیر نظر ہوئی اور فریقی فرمانے

اور اَرَینا نہ فرمانے میں خاص حکمت روشن طریق پر واضح ہے۔ اس لئے کہ اَرَینا میں انقطاع کا وہم ہے اور نُرِی بقا اور تجدد پر دال۔ تو ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام دیکھتے تھے اور تمام سلطنت الٰہیہ دیکھتے رہیں گے۔ اب کذالک اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ سوائے حضور سید یوم النشور کون ہو سکتا ہے۔ ترجمہ وکذالک نری ابراہیم کا یہی ہوا کہ ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم کو۔ ایسے ہی کیا معنی؟۔ وہ دوسرا کون ہے جس کے دکھانے کی تشبیہ دی گئی۔ وہ مشبہ بہ یقیناً حضور سرور عالم سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس لئے۔ کہ

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام انبیاء کی تبلیغ حقہ کی شہادت میں روز قیامت بلائے جائیں گے۔ چنانچہ لفظی ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں۔ اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ ونگہبان کر کے لائیں تو حضور کو سب پر گواہ اسوقت تک لانا بیکار قرار پائے گا جب تک کہ حضور کو شاہد نہ مانا جائے اور شاہد اسکو تسلیم کیا جا سکتا ہے جو مشاہدہ کرنے والا ہو بنا بریں ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فقط گھر میں جو کچھ کھایا جاتا تھا اسے بتادیتے تھے اور جو وہ خزانہ جمع کرتے وہ بتادیتے تھے۔ سرکار مدینہ سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا اپنی تشریف آوری سے پہلو نکا مشاہدہ بھی فرما رہے تھے۔ اور تشریف لاکر سب کا مشاہدہ کیا۔ تشریف بیجا کر قیامت تک مشاہدہ کرتے رہیں گے۔ فرمایئے میاں اکرام! کس کی وسعت علم زیادہ ہوئی۔ اور سنئے۔ حضور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ روشن کتاب ملی۔ کہ جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور یہ امر تو ناقابل انکار ہے۔ کہ

جس پر کتاب آئی ہو وہ اس کے علم سے بے خبر ہو مگر نہیں قرآن ہی فرماتا ہے
إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ اس کا پڑھانا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے تو جس
کتاب الٰہی سے پڑھی اور اس کتاب کی شان یہ ہے کہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ
الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ - یعنی اے حبیب ہم نے تم پر وہ کتاب
نازل فرمائی جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے اس سے زیادہ اور فرمایا
وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ
مُّبِينٍ - نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہے نہ خشک و تر مگر روشن کتاب میں
ہے یعنی قرآن کریم میں - پھر سورہ فتحنا میں وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ فرماکر مہر لگا
دی کہ ہم نے اپنی تمام نعمتیں تم پر ختم کردی ہیں - اور ظاہر ہے کہ علم اور ہر قسم کا
علم... نعمتوں میں سے ایک زبردست نعمت ہے - لہٰذا جہاں انبیاء کو
بقدر حاجت تھوڑا تھوڑا دیا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اتنا دیا کہ گھر کا خزانہ اور کھانے
بتا دیں - سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام خزانے ختم فرما دیئے - دوسری
جگہ یہی فرمایا - اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا - یعنی آج میں نے تمہارے لئے
تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام
کو دین پسند کیا - پھر کہاں تک دلائل پیش کروں -

کہیں ارشاد ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ہمارے حبیب غیب
بتانے میں بخیل نہیں - کہیں ارشاد ہوتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا - اے حبیب ہم نے سکھا دیا -

کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا زبردست فضل ہے اور سچے صاف اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ . . وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ یعنی وہ جو غلامی کرینگے اس رسول امی کی ۔ جسے لکھا ہوا پائینگے اپنے پاس توارات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دیگا اور برائی سے منع کریگا اور ستھری چیزیں ان پر حلال فرمائیگا اور گندی چیزیں انہیں حرام کرے گا۔ اور انپر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتاریگا ۔ دیکھا آپ نے یہ شان اس ہی نبی امی کی ہے گی ۔ عیسائیوں کے پھندے بھی اس پاک ہستی نے کھولے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام پر بھی نہ معلوم کیا کیا الزامات کے پھندے لگا دیئے گئے تھے ۔ بقدر ضرورت اس مجالہ میں اس مختصر پر کفایت کرتا ہوں ۔ اب اگر تحقیق حق فی الواقع منظور ہے تو اصالتاً تشریف لائیں اور نہایت آزادانہ طریق سے جو شبہات ہوں فرمائیں اور سمجھ کر جائیں ۔ اور اشتہار بازی سے باز آئیں کہ حقیقتاً یہ طریقہ سمجھنے کا مفید نہیں ۔ اس لیئے کہ جواب دینے والا ہر ایک یکسان مزاج نہیں رکھتا ۔ کوئی غصہ میں لکھیگا ۔ کوئی الزامی جوابات دے کر ٹالدیگا کوئی تحقیق حق سے دور ہو کر بے نقط سنانے پر اتر آئے گا ۔ جب آپ سامنے ہونگے ٹھنڈے دل سے باتیں ہونگی اور یقین ہے کہ انشاء اللہ

آپ کی تشفی کے قابل جواب حاضر کیے جائیں گے۔ آئندہ آپ کی مرضی
عنایت عنا۔ قرآن مجید میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے
خصوصاً حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت ہی حکم ہے وَاسْتَغْفِرْ
لِذَنْبِكَ اور وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى۔ مگر مسیح کی بابت گناہ
کا کوئی ذکر نہیں۔ ثابت ہوا کہ مسیح افضل ہیں۔

شکریہ:۔ یہاں تو آپ بہت ہی دہوکہ میں پڑ گئے ہیں اور بوجہ کم علمی آپ
محاورہ عربی تک کا عبور نہ کر سکے۔ یا بالفاظ دیگر آپ کی خوش اعتقادی کا بہاؤ
آپ کو ادھر بہا لے گیا۔ جناب من قرآن کریم نے تو کسی نبی کو بھی گناہ گار
نہیں کہا اور نہ نبی گناہگار ہو سکتا ہے۔ اسلام کا تو عقیدہ ہی یہ ہے کہ ہر نبی خواہ
عیسیٰ ہوں یا موسیٰ آدم ہوں یا یحییٰ معصوم عن العصیان ہیں۔ اب رہے وہ
تذکرے جن سے آپ دہوکہ میں پڑے۔ انمیں کہیں گناہ کا ذکر نہیں۔ وَلَقَدْ
عَهِدْنَا اِلٰى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا نے وعصیٰ فغویٰ
آدم کے معنی ہی نسیان کے کر دیے۔ اسی طرح جتنے انبیاء سے متعلق
تذکرے ہیں۔ ان کی صفائی خود قرآن پاک نے فرمائی ہے چونکہ یہاں
اس کا تفصیلی تذکرہ مبحث کی ضرورت سے زائد ہے اس لئے اسے
کسی دوسرے موقعہ پر عرض کرونگا اب تو ما بہ النزاع واستغفر لذنبک
اور ووجدک ضالا والی آیتیں ہیں لہٰذا ان کا جواب عرض ہے۔
میاں اکرام اعتراض سے متأثر ہوتے وقت آپ کو اصطلاحات پر بھی
عبور کر لینا تھا۔ مگر افسوس کہ آپ نے یکطرفہ فیصلہ سنکر اثر قبول کر لیا۔ قرآن

کریم میں بہت سے مواقع ہیں جہاں مخاطب حضور سید الیوم النشور صلے اللہ
علیہ وسلم ہیں اور مقصود دوسرے عوام کو حکم پہنچانا ہے چنانچہ مثال کیلئے
چند عرض کرتا ہوں یاایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن
لعدتہن واحصوا العدۃ۔ یعنی اے محبوب! جب تم لوگ عورتوں
کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو
واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن اور اپنے رب
سے ڈرو۔ اپنی عورتیں اپنے گھروں سے نہ نکالو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے
یاایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین یعنی
اے محبوب اللہ کا خوف رکھو اور کافروں اور منافقوں کی نہ سنو۔ علاوہ اس
کے اور بہت سی مثالیں ہیں جو بخوف طوالت نہیں لکھی گئیں۔ اسی طرح
استغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات کے بھی یہی معنی ہیں۔
کہ اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے
گناہوں کی معافی مانگو (اس لئے کہ آپ کی سفارش ہمارے ہاں خصوصیت
سے مقبول ہے) جیسا کہ ہم اول ذکر کر آئے ہیں۔ فاستغفر اللہ و
استغفر لھم الرسول۔ قطع نظر اس کے ہمارے یہاں مفسرین
بھی قریب قریب یہی بتاتے ہیں چنانچہ صاحب معالم فرماتے ہیں۔ امر
بالاستغفار مع انہ مغفور لہ لیستن بہ امتہ۔ یعنی حکم استغفار
بظاہر حضور کو ہوا باآنکہ حضور مغفور و معصوم ہیں۔ یہ اس لئے کہ امت کو
تعلیم مل جائے اور سنت محبوب بن جائے۔ صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین

رازی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ ان المراد توفیق العمل الحسن واجتناب العمل السیٔ ووجهه ان الاستغفار طلب الغفران والغفران هو الستر علی القبیح ومن عصم فقد ستر علیه قبائح الهویٰ۔ یعنی اس سے مراد توفیق عمل حسن اور اجتناب عمل مذموم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار طالب غفران ہے اور غفران قبائح سے مستور ہونے کو کہتے ہیں۔ اور جو معصوم ہوا وہ یقیناً مستور عن القبائح ہوگیا۔

اور اگر آپ گرامر جانتے تو ان جھگڑوں میں ہی نہ پڑتے اسلئے کہ اس کے قاعدہ سے اس آیت کا مفہوم بالکل ہی ہمارے مذکورہ ترجمے کے موافق ہوتا ہے اور حسب موقعہ آپ کی ضیافت علمی کے خیال سے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔ واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات۔ اس کی ترکیب نحوی یہ ہوتی ہے:۔

واؤ عاطفہ۔ استغفر امر حاضر معروف فعل با فاعل۔

(لذنبک میں) ل۔ جار۔ ذنب مضاف۔ خواص مضاف الیہ مضاف محذوف ک۔ مضاف الیہ۔

مضاف مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ (ذنب) مضاف کا ہوا۔ پھر مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور ل۔ جار کا ہوا۔ جار مجرور ملکر معطوف علیہ ہوا۔ اب وللمومنین کو لیجئے۔

واؤ حرف عطف۔ ل۔ جار۔ مومنین معطوف علیہ۔

والمؤمنات۔ واؤ عطف۔ مومنات معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مجرور ہوا۔ جار کا۔ جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل امر استغفر کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اس ترکیب نحوی کے اعتبار سے وہی معنی صحیح بنتے ہیں جو ہم لکھ آئے ہیں اور ان معنی کے اعتبار سے آپ کے حقائق قرآن کا اعتراض ہی محض لایعنی ہوجاتا ہے اور مزید اطمینان کے لیئے آپ کی بائبل۔ اے تو یہ عیسائیوں کی بائبل سے بھی نظیر پیش کیئے دیتے ہیں تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں۔ کہ نبی کو مخاطب کر کے قوم مراد لینا پرانا طریقہ ہے۔ چنانچہ بائبل میں ہے۔ اے اسرائیل سُن۔ استثنا $\frac{6}{4}$ اس سے مراد قوم ہے نہ کہ خود اسرائیل۔ مختصراً جواب عرض کر دیا ہے اور تفصیل کی حاجت ہو تو میں پھر عرض کرونگا۔ کہ تشریف لے آئیں اور سمجھ جائیں۔ اشتہار بازی محض بازی ہے اس سے اجتناب فرمائیں۔ اب رہا وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى اس کے متعلق پہلے آپ لفظ ضال کا استعمال سمجھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپنے ضال کے جو معنی سمجھے ہیں۔ وہ غلط ہیں۔ یہ ضَلَّ سے ہے۔ اور ضلال کے معنی عدول عن الطریق المستقیم کے ہیں اور جس جگہ یہ معنی لیئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل مثال سے آپ سمجھ سکینگے مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا یعنی جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے۔۔ راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔ اور ضلال عدول عن المنہج کے معنی میں بھی آتا ہے۔ عام

اس سے کہ عمداً ہو یا سہواً۔ کم ہو یا زیادہ۔ چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں۔
کوننا مصیبین من وجہ وکوننا ضالین من وجوہ کثیرۃ۔ اور
کبھی لفظ ضلال محض خطا کے معنی میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت
ضلال انبیاء کی طرف بھی کی گئی اور کفار کیطرف بھی او بمعنی استغراق فی المحبت بھی۔
اور اسمیں بون بعید ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ کہ
ان کے بیٹوں نے کہا۔ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلَالِکَ الْقَدِیْمِ۔ اِنَّ اَبَانَا
لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ یعنی آپ اپنی پرانی محبت میں ہیں۔ اور بے شک
ہمارے باپ شفقت یوسف میں کھلم کھلا ہیں۔ محض سہو کے معنی میں
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّالِّیْنَ
میں نے وہ کام کیا ایسے حال میں کہ مجھے اس کے کئے کی خبر نہ تھی۔ اور اَنْ
تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔ یعنی کہیں ان میں
ایک عورت بھولے تو اسکو دوسری یاد دلادے۔ اور وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى
کا بھی یہی معنی بنتے ہیں۔ کہ اے حبیب! ہم نے تمہیں اپنی محبت میں از
خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ اس لئے کہ ضلال بمعنی شفقت بھی
آتا ہے اور بمعنی عدول عن المنہج بھی۔ اور عدول عن طریق المستقیم بھی۔
پھر حسب موقعہ سیاق کلام سے اس کے معنی ارباب زبان سمجھتے ہیں
آپ نے بے سوچے سمجھے یوں ہی معنی گھڑ لئے۔ علاوہ ازیں مندرجہ
ذیل آیات میں بھی علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہیں۔ جو آپ کی ضیافت علمی
کے خیال سے نذر ہیں۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ

بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ۔ اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔ اور اس سے وہی گمراہ ہوتے ہیں جو بے حکم ہیں۔ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ۔ تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دہوکا دیں۔ اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔ اور کافروں کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ۔ اور بولے۔ جب ہم مٹی میں مل جائینگے۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ۔ یعنی کیا نہ کر دیا ان کا مکر ہم نے باطل۔ تو اب سمجھ لیجیے کہ ضلال، ضال، ضل کے معنی حسب موقعہ۔ باطل ہونے۔ مٹی میں ملنے شفقت پدری کرنے۔ محبت وطلب میں از خود رفتہ ہونے۔ سہو کرنے گمراہ ہونے۔ غفلت میں پڑنے۔ اپنے منصب سے بے خبر ہونے۔ وغیرہ وغیرہ کے آتے ہیں۔ تو آپ نے گمراہ کے معنی کی تخصیص کس دلیل سے کر لی۔ ذرا انصاف بھی تو کیا کیجیے۔ محض مذہبی طرفداری میں اندھا دھند لکھ مارنا انصاف کے خلاف ہے۔ واللہ الہادی۔

غنایت ۱۱ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم عرصہ ہوا فوت ہو گئے اور مسیح ابھی تک زندہ ہے۔ اور قرآن کہتا ہے۔ زندہ مردہ برابر نہیں۔

عنایت ۱۱ شکریہ:۔ اس کا جواب ہم اول ۶ میں دے آئے ہیں۔ بلکہ عنایت حقیقتاً محض عنایت ہے۔ کہ تعداد سوال بڑھ جائے۔ ورنہ بعینہٖ وہی ۶ کی عنایت ہے مگر میاں اکرام نے اس کا نمبر علیحدہ گنا ہے تو ہمیں بھی ان کی خاطر سے اس نمبر کا جواب بھی نمبری ہی دینا چاہیئے۔ جان عزیز! آپ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ سے یہ تو اعتراض جڑ بیٹھے۔ مگر یہ کبھی سوچا کس چیز میں برابر نہیں۔ باعتبار دنیا برابر نہیں یا روحانیات میں یا فضیلت و فضلیت میں۔ اور اگر بزعم سامی ایسا ہی ہے تو سنبھل کر بتلایئے کہ بموجب عقاید عیسویت حضرت مسیح جب مر کر تین روز قبر میں پڑے رہے تھے (معاذ اللہ) اسوقت ان کے شاگرد جو زندہ تھے وہ حضرت مسیح سے افضل تھے یا نہیں۔ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو یقیناً عیسائی یہی کہیں گے کہ شاگرد افضل نہیں تھے۔ تو کہئے پھر یہ اعتراض کس جگہ رکھا جائے۔ ذرا ہوش سے بات کیا کیجئے (نوٹ) یہ نمبر ہم نے ۱۹۱۷ء کے مطبوعہ اشتہار سے دیئے ہیں اور میاں کی کھلی چٹھی میں نمبر ۱۳ ہے)

عنایت ۱۲ ۔ از روئے مسلمات اسلام قریب قیامت مسیح بنی آدم کی رہبری کے لیئے آئیں گے۔ جب اول آخر مسیح ہادی ٹھہرا تو ثابت ہوا۔ مسیح افضل ہے۔

شکریہ:۔ آپ کا اعتراض تو ہم نے سن لیا۔ مگر یہاں آپ پر اعتراض آتا ہے وہ یہ کہ آپ تو قرآن کے سوا احادیث کو مانتے نہ تھے۔ پھر یہاں احادیث کو مسلمات اسلام قرار دے کر کیوں سامنے آئے اور جب آئے تھے تو انہیں مسلمات کو بغور پڑھ لیا ہوتا آپ کو انہیں میں

بھی مل جاتا کہ مسیح کس حیثیت سے آئیں گے اور کن احکام محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کرینگے۔ اور وہ مستقل رسول بن کر آئیں گے یا بہ حیثیت محکوم۔

جناب من! اصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضور کے ان احکام کی زمانہ اخیر میں آکر تعمیل کریں جو چودہ سو برس قبل حضور صادر فرما گئے ہیں حتیٰ کہ امامت بھی وہ نہ کریں۔ بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی امام مہدی علیہ الرحمتہ والرضوان کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔ باآنکہ حضرت مہدی ان کے مرتبہ رسالت سابقہ کا وقار کرتے ہوئے انہیں امامت کے لئے کہیں۔ مگر حضرت مسیح فرمادیں۔ نہیں حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ تَکْرِمَۃً لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا یہ اکرام و اعزاز ہے اس امت کے لئے۔ اب وہ حدیث بھی سن لیجئے جسے آپ مسلمات اسلام کے نام سے فرمارہے ہیں۔ وہو ہذا۔

مسلم شریف۔ مطبوعہ مصر۔ جزو ثانی۔ کتاب الفتن میں حضرت نواس ابن سمعان کلابی سے مروی ہے۔ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال ذات غداۃ فخفض و رفع حتی ظنناہ فی طائفۃ النخل فلما رحنا الیہ عرف ذالک فینا فقال ما شأنکم۔ قلنا یا رسول اللہ ذکرت الدجال غداۃ فخفضت فیہ ورفعت حتی ظنناہ فی طائفۃ النخل فقال غیر الدجال اُخوفنی علیکم

ان يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم وان يخرج ولست
فيكم فامرؤ حجيج نفسه والله خليفتي على كل مسلم
انه شاب قطط عينه عنبة طائفة كأني اشبهه بعبد العزى
بن قطن فمن أدركه منكم فليقراء عليه فواتح سورة الكهف
انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا
يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض قال
اربعون يوم يوما كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه
كأيامكم قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة أتكفينا
فيه صلاة يوم قال لا اقدروا له قدره فقلنا يا رسول الله
ما اسراعه في الارض قال كالغيث استدبرته الريح فيأتي
على القوم فيدعوهم فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء
فتمطر والارض فتنبت فتروح سارحتهم اطول ما كانت
درا واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم يأتي القوم فيدعو
هم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين
ليس بايديهم شيء من اموالهم ويمر بالخربة فيقول
لها أخرجي كنوزك فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم
يدعو رجلا ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين
رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه ويضحك
فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح ابن مريم فينزل

عند المنارة البیضاء الشرقی دمشق بین مھرودتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ قطر واذا رفعہ یتحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الامات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ ط یعنی ایک روز صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اس جوش سے بیان فرمایا کہ ہم نے سمجھ لیا کہ دجال مدینے کی کھجوروں میں آپہنچا ہے۔ جب شام کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے ہمارے چہرے پر آثار پائے فرمایا تمہارا کیا حال ہے ہم نے عرض کیا۔ حضور نے دجال کا ذکر ایسی اونچ نیچ سے بیان فرمایا کہ ہم کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ مدینہ کی کھجوروں میں ہی آپہنچا۔ فرمایا علاوہ دجال کے اور بہت سے فتنوں کا مجھے تمہارے لئے خوف ہے۔ وہ تو اگر میرے سامنے آگیا تو میں تمہارا ناصر و مددگار ہوں۔ اور اگر میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہے اور میری طرف سے ہر مسلمان کا اللہ محافظ ہے۔ وہ یعنی دجال جوان اور گٹھے ہوئے بدن کا ہے۔ ایک آنکھ اس کی باہر اٹھی ہوگی مثل منیٹ کے۔ میں اس کی تشبیہ عبد العزیٰ بن قطن یہودی سے دے سکتا ہوں۔ جو شخص تم میں سے اس کو پاوے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے سورہ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے وہ شام و عراق کے درمیانی راستہ سے نکلے گا۔ اور گرد و نواح میں فساد پھیلانے کا ارادہ کرے گا۔ اے خدا کے بندو! اس وقت ثابت قدم رہنا

ہم نے عرض کی حضور وہ زمین پر کتنے دن ٹھیر یگا۔ فرمایا چالیس دن۔ پہلا دن ایک برس کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینہ کا۔ تیسرا دن ہفتہ بھر کا باقی ایام مثل معمولی دنوں کے ہونگے۔

ہم نے عرض کی حضور! وہ دن جو ایک برس کا ہوگا یا مہینہ اور ہفتہ کا اس میں ہم کو پانچوں وقت کی نمازیں ہی کافی ہونگی۔ فرمایا نہیں اندازہ کر کے برس دن کی نمازیں پڑھنا۔ (اور ایسی ہی مہینہ اور ہفتہ میں)۔ ہم نے عرض کی حضور وہ چالیس دن میں تمام زمین پر کیسے پھر جائیگا۔ فرمایا جیسے ابر ہوا کے ساتھ دنیا میں پھر جاتا ہے پھر وہ ایک قوم پر آکر اپنی خدائی کی دعوت دیگا۔ وہ قوم اس پر ایمان لے آئیگی پھر وہ آسمان کو جب حکم بارش دیگا۔ تو اتنا مینہ برسے گا کہ زمین سرسبز ہو جائے گی اور اس قوم کے مویشی خوب موٹے تازے ہو کر دودھ سے لدے ہوئے واپس آئیں گے۔ پھر وہ ایک دوسری قوم پر آکر اپنی خدائی کی دعوت دیگا۔ وہ اس کی دعوت کو رد کرینگے ان کے پاس جو کچھ رہا سہا ہوگا۔ سب نیست و نابود ہو جائیگا۔ پھر دجال جنگل میں جا کر زمین کے خزانوں کو باہر نکلنے کا حکم دیگا۔ تو بہت سے خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہو جائینگے جیسے یعسوب شہد کی مکھیوں کی بادشاہ کے پیچھے مکھیاں لگی رہتی ہیں پھر وہ ایک جوان کو بلا کر تلوار سے قتل کریگا۔ اور دونوں ٹکڑے ایک تیر کے نشانہ کے انداز پر علیحدہ علیحدہ پھینک کر بلائے گا۔ وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئیگا اسوقت میں اچانک اللہ عیسیٰ بن مریم کو دنیا میں بھیجیگا۔ اور وہ سفید منارہ مشرقی دمشق پر دو عصا

بغل میں لگائے دو فرشتوں کے بازؤوں پر ہتھیلی رکھے اس طرح اتریں گے کہ جب آپ سر نیچا کریں بالوں سے پانی ٹپکے اور جب سر اونچا کریں موتیوں کی طرح قطرے گریں اوس وقت جس کافر کو انکے سانس کی ہوا پہنچیگی ہلاک ہوگا۔ اور آپ کا سانس منتہائے نظر تک پہنچیگا۔ جب دجال کو آپ کی خبر پہنچیگی وہ بھاگیگا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو باب اللد پر جو (مکہ معظمہ کے قریب ہے) قتل کرینگے۔ الی الآخرہ۔

اس حدیث میں طول زمان کے تذکرہ پر مرزائی صاحبان تادیل کرتے ہیں۔ کہ دن سال بھر کے برابر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ سال بھر کا کام ایک دن میں ہونے لگے۔ مگر اس حدیث میں واضح طور پر نمازوں کو معمولی دنوں کے حساب سے پڑہنے کی ہدایت نے یہ تادیل بادر ہوا کردی ہے دوسرے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا نقشہ اس شان سے کھینچا ہے کہ کسی قسم کی گنجائیش ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازین اور چند احادیث بتاتا ہوں جس سے آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول محض ان خدمات کے لیئے ہوگا جس کا حکم حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں۔ پھر اگر حاکم اعلیٰ کسی خدمت کو اپنے ماتحت کے سپرد کرجائے تو عقلاء میں اس ماتحت کو حاکم اعلیٰ سے افضل نہیں مانا کرتے۔ لہذا آپ ہی تعقل سے کام لیکر اپنی ضمیر سے فیصلہ کریں کہ آپ نے کیا اعتراض پیش کیا ہے۔

مشکوۃ شریف باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ہے حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم قریب ہے کہ

تم میں ابن مریم نازل ہوں گے بہ حیثیت حاکم عادل۔ اور وہ صلیب توڑینگے اور سوئر کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور جزیہ موقوف کر کے اسلام کی دعوت دینگے اور مال بکثرت ہو گا حتی کہ خیرات لینے والا نہ ملے گا اور (رغبت الی اللہ سے) ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہو گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر قرآن سے سند چاہو تو پڑھو۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (متفق علیہ) یعنی کوئی اہل کتاب نہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان قبول کرلینگے۔ اصل حدیث یہ ہے۔ قال رسول اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا۔ ثم یقول ابو ھریرہ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (الایۃ) اور دوسری روایت بخاری مسلم میں ہے۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ یعنی کیا حال ہو گا تمہارا جب نازل ہوں۔۔۔
۔۔۔ ابن مریم تم میں اور تمہارا امام تم میں سے ہو۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا ہمیشہ میری امت سے ایک جماعت ہو گی حق پر مقاتلہ کرتی اور غالب رہتی قیامت تک فرمایا پھر نازل ہوں تم میں عیسیٰ بن مریم پھر اس جماعت حقہ کا امیر کہے آئیے نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں نہیں تمہارا بعض تمہارے کا امیر ہے یہ اعزاز دیا ہے اللہ جل علا

نے اس امت کو۔ اصلی حدیث یہ ہے۔ لاتزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیمۃ قال فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ۔ رواہ مسلم۔ اب تو میرا خیال ہے کہ میاں اکرام کا اطمینان ہو گیا ہوگا۔ اور سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس شان سے آئیں گے اور مسلمات اسلام سے حاشیہ نووی یہی ہے۔ چنانچہ اس میں علامہ امام نووی فرماتے ہیں۔" امام قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا اہل سنت وجماعت کے نزدیک حق صحیح ہے اس لئے کہ اس بارہ میں بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں اور جب اس کے ابطال پر کوئی دلیل عقلی و نقلی موجود نہیں تو اثبات اس کا واجب ہوا۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ فرقوں۔ اور ان کے ہم خیال لوگوں نے نزول مسیح کا انکار کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ یہ احادیث قابل رد ہیں۔ بموجب آیۃ کریمہ وخاتم النبیین۔ اور حدیث لانبی بعدی۔ اور باجماع مسلمین کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یہ کہ شریعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قیامت تک ہمیشہ رہنے والی ہے کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ مگر یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ نزول عیسیٰ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ نبی ہو کر ایسی شریعت کے ساتھ اتریں گے جو ہماری شریعت کی ناسخ ہو اور نہ ان احادیث میں نہ ان کی غیر میں ایسا مضمون ہے بلکہ یہ احادیث

اور وہ جو کتاب الایمان وغیرہ میں گذری ہیں۔ کہ وہ حکم وعادل ہوکر آتینگے اور ہماری شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔ اور جو کچھ لوگوں نے امور شریعت سے چھوڑ دیا ہوگا اس کو زندہ فرمائینگے۔ اصل عبارت بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی۔ من شاء فلینظر فیہ۔

عنایت ۱۳ حضرت مسیح قیامت سے پہلے آکر دجال کو مارینگے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے معلوم ہوا کہ مسیح خاتم النبیین اور افضل ہیں۔

شکریہ۔ اگرچہ اس کا جواب بھی شکریہ ۱۲ میں آچکا ہے مگر چونکہ ہم میاں اکرام کی خاطر سے اور ان کے نمبر کے لحاظ سے نمبروار جواب دے رہے ہیں لہٰذا یہاں بھی جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

جی ہاں! وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ سے یہی ثابت ہے۔ مگر ذرا انصاف کو ملحوظ رکھکر اعتراض کیا ہوتا۔ حضرت مسیح کی تشریف آوری پر اگر ایمان لائیں گے تو وہی عیسائی ایمان لائینگے جنہیں اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ یا مسلمان بھی۔ اگر کہیے کہ مسلمان بھی تو ذرا بتائیں کہ مسلمان جب پہلے سے مؤمن ہیں تو از سر نو ایمان لانا تحصیل حاصل ہے اور اگر کہیے کہ عیسائی تو ہمارا مقصد صحیح کہ اپنی ناتمام تبلیغ کو مکمل کرنے عیسےٰ علیہ السلام آئیں گے یا بموجب پیشگوئی سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آئینگے۔ اور جو جو قوانین حضور نے چودہ سو برس قبل مرتب فرما دیتے ہیں ان کے مطابق عملدرآمد کریں گے جیسا کہ حدیث میں ارشاد

ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا۔
یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکما وعدلا یکسر
الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال
حتی لا یقبلہ احد ویھلک فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام
ویقتل الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی
فیصلی علیہ المسلمون۔ قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں
حکم و عادل۔ صلیب توڑ دیں۔ خنزیر کو قتل کریں۔ جزیہ موقوف کریں اور
مال کی اتنی کثرت ہو کہ کوئی قبول نہ کرے۔ اور اس زمانہ میں تمام مذاہب ہلاک
ہو جائیں مگر اسلام۔ اور دجال کو قتل فرما کر زمین پر چالیس برس قیام فرمائیں۔ پھر
انتقال کریں۔ اور مسلمانوں کی جماعت ان کی نماز جنازہ پڑھے۔

تو اب فرمائیے۔ ابن مریم بحکم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بموجب چودہ سو برس پیشتر
کی پیشگوئی کے تشریف لائیں اور تشریف لاکر کام یہ کریں کہ صلیب توڑیں
جو نصاریٰ میں ہے نہ کہ مسلمانوں میں۔ خنزیر قتل فرمائیں جو نصاریٰ
میں مرغوب چیز ہے نہ مسلمانوں میں۔ اور جزیہ بموجب قانون محمدی اٹھا
رکھیں۔ اور تمام باطل مذہب والوں کو ہلاک کر دیں۔ اور دین محمدی کی اتباع
فرمائیں اور چالیس برس دنیا میں رہ کر وفات پائیں اور مسلمان ان کی نماز
جنازہ پڑھیں نہ کہ عیسائی اس لئے کہ عیسائی تو اسوقت مسلمان ہی
ہونگے۔ اور دجال کا قتل۔ تو بتائیے اس میں حضور کی افضلیت ثابت
ہوئی جو ان تمام واقعات کو مسلمات اہل اسلام میں قائم فرما گئے یا

عیسےٰ علیہ السلام کی۔ اللہ انصاف دے تو آپ صاف کہیں گے۔ کہ اب معاملہ صاف ہے۔ رہی ضد و کد۔ ہٹ دھرمی، اس کا علاج نہ کسی طرح ممکن ہے کبھی ہوا۔ واللہ الہادی۔

عنایت ۱۴ع یہ عنایت ہم ان کے اصلی پمفلٹ حقائق قرآن سے نقل کر رہے ہیں۔ میاں اکرام کو یہ یاد نہیں رہی۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید اس جواب کے بعد پھر عنایت فرمائیں۔ لہٰذا ان کی اصل سے اسکا شکریہ پیش کر دینا حسب موقعہ مناسب متصور ہوا۔ وہو العنایۃ ہذا۔

بحکم قرآن۔ ونفخنا فیہ من روحنا۔ مسیح کے اندر ذات الٰہی تھی پس وہ صاحب الوہیت تھے۔ اس لئے ایک گناہ گار رسول سے (معاذ اللہ) مسیح افضل تھے۔

شکریہ۔ یہاں ونفخنا فیہ من روحنا کو اٹھا کر پادری صاحب۔ یا مرزائی یا اکرام الحق صاحب بے سوچے سمجھے ایک نیا خدا خانہ ساز بنا رہے ہیں۔ ہاں اکرام الحق کو تو اس اعتراض سے بحث ہی نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو یہ اعتراض ہی نہیں کیا مگر چونکہ حقائق القرآن کی دو ورقی میں یہ بھی ہے تو شاید آج نہ کہا تو کل کہدیں۔ اس وجہ سے ان کو بھی اس شکریہ میں شریک کیا گیا۔ بہر کیف وہ اس امر کے قائل ہوں یا نہ ہوں مگر ارادہ ضرور ظاہر کیا ہے کہ میں عیسائی ہو جاونگا لہٰذا وہ بھی اس کے معترف ہونے والے ہوئے۔

اصل میں یہ سراسر غلط فہمی یا بالفاظ دیگر مخالفت قرآنی ہے۔ نفخ کے

معنی صاف ہو جانے پر معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ علامہ امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں۔ النفخ نفخ الریح فی الشیئ قال یوم ینفخ فی الصور و نفخ فی الصور۔ ثم نفخ فیہ اخری فذالک نحو قولہ تعالیٰ فاذا نقر فی الناقور۔ ومنہ نفخ الروح فی النشاۃ الاولیٰ ونفخت فیہ من روحی یقال انتفخ بطنہ ومنہ استعیر انتفخ النہار اذا ارتفع و نفخۃ الربیع حین اعشب ورجل منفوخ ای سمین۔

نفخ سے مراد نفخ ریح ہے کسی شے میں پھونک مارنا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے یوم ینفخ فی الصور یعنی جس دن پھونکا جائے صور۔ اور پھونک دیا جائے صور میں۔ اور پھر پھونک دی جائے اس میں دوبارہ۔ اور نفخ اور نقر دونوں ایک معنی رکھتے ہیں۔ فاذا نقر یعنی جب پھونکا جائے ناقور یعنی صور۔ اور نفخ روح سے مراد ... پہلی پیدائش ہے اور نفخت فیہ من روحی کے معنی باعتبار عرف پھولنے اور پھٹنے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے۔ کہ ہم نے اپنے حکم سے اس لئے کہ روح کی حقیقت امر ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا۔ قل الروح من امر ربی۔ یعنی ہم نے عالم امر میں حضرت مسیح کو پھلنا پھولتا تخلیق فرمایا۔ پھر پیٹ پھولنے کے معنی میں بھی نفخ آتا ہے اور سپیدہ سحر کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے انتفخ النہار۔ انتفخ بطنہ۔ اور کھیتی کے شاداب و سرسبز ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے نفخۃ الربیع۔ اور قرینہ کی

کے معنی میں بھی بولا جاتا جیسے رجل منفوخ۔ یعنی آدمی سمین و فربہ ہے۔
پھر وہم نصرانیت کو تو قرآن کریم خود رد فرما رہا ہے۔ لقد کفر
الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم و قال المسیح یا
بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی و ربکم فانہ من یشرک باللہ
فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہم النار۔ بے شک کافر
ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا
کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا رب اور تمہارا رب ہے
بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی
ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دوسری آیت سے تو اسوقت حیات
مسیح بھی ثابت ہو رہی جو ابطال مرزائیت کے لئے اعلیٰ دلیل ہے
لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن
یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم و
امہ ومن فی الارض جمیعا۔ یعنی بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں
نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے اے حبیب تم فرماد و پھر اللہ کا کوئی کیا
کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم کو اس کی ماں کے ساتھ
اور تمام زمین والوں کو۔ اس آیۃ کریمہ میں ابن مریم وامہ ومن فی الارض
میں واو بمعنی مع ہے اور معیت کے معنی سے یہ مفہوم صاف حاصل ہوتا
ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو مع حضرت مریم علیہا
السلام کے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مار دیتے۔ مگر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو

ہم نے نہ مارا اس لئے عیسائی انکو خدا ماننے کے لئے تیار ہو گئے۔ حالانکہ وہ رسول خدا اور خدا کے بندے تھے نہ کہ خدا کے بیٹے یا خدا۔ معاذ اللہ۔ اور دوسرے فرقہ کے رد میں فرمایا۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ یعنی بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ تین معبودوں میں سے ایک اللہ ہے۔ یعنی باپ اللہ۔ بیٹا مسیح۔ اور روح القدس تین معبود ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ھٰذِہِ الشِّرْکِ الْجَلِیِّ۔ پھر آگے فرمایا کہ خدا تو کھانے پینے سے منزہ ہے اور کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ یعنی مسیح اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ پھر جو کھانا کھانے کا محتاج ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ ہمارے حبیب تو وہ ہیں جن کی شان میں ہم نے فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ۔ یعنی اے حبیب ہم نے آپ کو تمام مخلوقات کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بے شک وہ کچھ نہیں تھے مگر ایک ایسے بندے کہ ہم نے اُن پر انعام فرمایا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف بے مثل بنا کر بھیجا۔

انجیل کی نظر میں سید الانبیا کا رتبہ دنیا کے سردار کل ہے!

یہاں تک تو مسلمات اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ تھا اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی۔ ذرا انجیل سے تو پوچھیے جو حضرات نصاریٰ کی مسلمات سے ہے

کہ وہ حضور کی شان والا میں کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی عمر کے آخری حصہ میں وعظ فرماتے ہیں۔ اور اس میں بتاتے ہیں۔ یوحنا ۱۴ باب کی ۲۹ سے۔ "تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں اگر تم مجھے پیار کرتے تو تم میرے اس کہنے سے کہ باپ کے پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ اب میں نے تمہیں اسکے واقع ہونے سے پیشتر کہا تاکہ جب وہ وقوع میں آوے تو تم ایمان لاؤ بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نہ کرونگا اس لیئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں"۔

اس مضمون سے آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کے بعد وہ دنیا کا سردار کون آیا سنیئے ہم بتلاتے ہیں جو آیا وہ وہی سید الانبیاء سند الاتقیا حبیب کبریا محبوب خدا مالک اقاب عالم حبیب محتشم تاجدار انما۔ شہنشاہ این وآن قاسم کون ومکان سید الثقلین۔ نبی الحرمین۔ امام القبلتین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ مٹے ہوئے مراتب دکھائے جن کو ان کی جماعت نے نسیاً منسیا کر کے ھباً منثورا کر دیا تھا۔

اب اس جماعت کے نامی محققین کے خیالات بھی ملاحظہ کر لیجیئے جن میں آپ شریک ہو کر عیسائی بننا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے اسلام اور بانی اسلام کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں پھر انصاف آپ کے ہاتھ ہے۔

؎ مانو نہ مانو پیارے تمہیں اختیار ہے
ہم نیک بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں۔

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فضیلت اغیار کی زبان و قلم سے۔

مشہور و معروف مؤرخ ڈبلیو آئرونگ جنکا ایک ایک لفظ علمی دنیا میں قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جنکی مؤرخانہ تحقیق کا پایہ اسقدر بلند ہے کہ آپ کی تحریریں بطور سند کے پیش کی جاتی ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت محمد صاحب نہایت سادہ مزاج ریفارمر تھے۔ آپ کی ذہنی قابلیت حیرت انگیز اور قوت مدبرہ غیر معمولی تھی۔ آپکا فہم و ادراک نہایت تیز حافظہ زبردست اور مزاج انکسار پسند تھا۔ آپ کی گفتگو نہایت مختصر مگر پُر مغز اور سنجیدہ ہوتی تھی جسکی حلاوت آپ کی بینظیر فصاحت اور مترنم لہجہ سے دوبالا ہو جاتی تھی۔ آپ بڑے متقی اور نیک منش تھے۔ اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ ظاہری شان و شوکت کا کچھ خیال نہ تھا۔ جیسا کہ نچلے طبقے کے لوگوں میں ہوا کرتا ہے بلکہ جو کپڑے آپ پہنتے ان میں اکثر پیوند ہوتے۔ صفائی کا بہت خیال رکھتے۔ اکثر غسل کرتے اور خوشبو لگاتے۔ معاملات میں بڑے منصف تھے۔ آپ بیگانے غریب امیر غلام اور آقا سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرتے عام لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اور انکی شکایات سنتے تھے طبیعت پر اسقدر قابو یافتہ تھے کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت متحمل۔ بردبار اور ذی حوصلہ تھے۔ آپ کے خادم انس کا بیان ہے کہ میں آٹھ برس تک آپ کی خدمت میں رہا اس عرصہ میں آپ نہ تو کبھی مجھ پر ناراض ہوئے اور نہ ہی سخت کلامی کی۔ باوجودیکہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔

آپ کے سوانح حیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بالکل

خود غرض نہ تھے کیونکہ ملکی فتوحات سے جو حاکمانہ خود غرور خود غرض لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے وہ آپ میں بالکل نہ تھا۔ بلکہ نہایت عروج اور شاہانہ صولت وسطوت کی موجودگی میں بھی آپ ایسے ہی سادہ اور غریبانہ حالت میں رہے۔ جیسے کہ افلاس کے زمانہ میں۔ شاہانہ شان وشوکت تو درکنار۔ اگر آپ کہیں تشریف لیجاتے اور لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے تو بھی آپ ناپسند فرماتے۔ مال ودولت جو خراج سلطنت جزیہ اور مال غنیمت سے حاصل ہوتا وہ صرف جنگی مہمات اور امداد مساکین میں صرف ہوتا تھا اور یہی مصارف اسقدر تھے کہ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا عمر بن حارث کا قول ہے کہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی لونڈی غلام چھوڑا نہ درہم اور دینار۔ آپ کو دنیاوی آسائش وآرام سے کوئی غرض نہ تھی۔ آپ ہمیشہ نماز میں مصروف رہا کرتے جو مسلمانوں کی نہایت پسندیدہ عبادت اور روح انسانی کو صاف وشفاف بنانے والی چیز ہے۔ آپ سخت مشکلات اور مصیبت افزا واقعات میں بھی ہمیشہ متوکل رہتے تھے اور انجام کی راحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر منحصر سمجھتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا رحم نہ کرے تو میں بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے اکلوتے فرزند ابراہیم کی وفات حسرت آیات پر بالکل صابر وشاکر رہے۔

آپ اپنی زندگی کے آخری دن تک خدمت مذہب میں مصروف رہے اور اپنے پیرووں کو ہدایات دیتے رہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے دائمی اور مستقل نہاد کو برا کہنا یا ان پر ریاکاری کا الزام لگانا قطعاً غلط ہے۔

قرآن جس کے ذریعہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو ہدایت

اور نیکی کی طرف بلایا اس کی تعلیم نہایت بلند پایہ اور پاکیزہ ہے۔

(۴)

یورپ کا زبردست محقق اور مورخ ہربرٹ وائل اپنی کتاب "گریٹ ٹیچر" میں لکھتا ہے:-

حضرت مسیح کے چھ سو سال بعد جب کہ حضرت مسیح کا عجیب و غریب اثر مغرب کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے شام اور عرب کی اخلاقی حالت نہایت خراب ہو رہی تھی۔ عرب جیسے وسیع ملک میں ایک پیغمبر بھیجا گیا۔ جس نے نہ صرف عدل و انصاف اور امن و امان کی حکومت قائم کی۔ بلکہ ہیبت ناک بُت پرستی کا بھی قلع قمع کر دیا۔ عرب میں عورتوں اور مردوں کو بتوں کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ معمولی مناقشات پر خوفناک لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔ اخلاقی قباحتیں اور بری عادتیں "طبیعت ثانیہ" ہو گئی تھیں۔ کہ ۲۹ ؍ اگست ۵۷۶ء کو مکہ میں یہ پیغمبر پیدا ہوا۔ اس سے چند روز پیشتر آپ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور چند روز بعد آپ کی والدہ بھی فوت ہو گئیں۔ اور اپنے یتیم فرزند کو دادا کے سپرد کر گئیں۔ جب یہ یتیم لڑکا بڑا ہوا تو امید کے موافق نہایت خاموش طبع تھا اور گرد و پیش کے لوگ اسی محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کے دادا بھی انتقال فرما گئے اور محمد صاحب کی حفاظت اور پرورش آپ کے چچا ابو طالب کے سپرد کر گئے بچپن اور جوانی کے زمانہ میں آپ کو کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا سوائے اس کے کہ بہ سلسلۂ تجارت آپ کو شام جانا پڑا جہاں آپ اس بُرے زمانے کے ہر واقعہ کا نہایت عمیق نظروں سے مطالعہ کرتے رہے۔

۲۴ برس کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کی۔ جنکی طرف سے آپ شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ نے تمام معاملات میں آپ کو ایسا وفادار۔ صادق۔ امین اور کفایت شعار پایا۔ کہان دونوں کی ۲۶ سالہ گرہستی زندگی دنیا کی شادیوں میں ایک نمونہ سمجھی جاتی ہے بظاہر آپ کی زندگی خاموش تھی۔ لوگ آپ کو "الامین" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب آپ شہر کی گلیوں میں چلتے تھے۔ تو بچے دوڑ کر آپ کے چمٹ جاتے تھے کیونکہ انہیں آپ کی محبت پر بھروسہ تھا۔ مفلس اور مفلوک الحال لوگ بھی بغرض مشورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی زمانہ میں حضرت محمد صاحب ایک غار میں جایا کرتے تھے۔ اور وہاں عبادت اور غور و فکر میں کئی کئی مہینے صرف کر دیتے اور اس اندرونی آواز پر بھروسہ کرنے سے ڈرتے تھے جو آپ کو تبلیغ حق پر آمادہ کرتی تھی۔ وہ خیال کیا کرتے کہ میں کیسے پیغمبر بن سکتا ہوں۔ کیا انسانی کمزوری تو مجھے ایسا کرنے کے لئے نہیں ابھارتی؟ اسی حالت میں ایک رات جبکہ آپ زمین پر لیٹے پڑے تھے۔ آسمان پر روشنی چمکی اور ایک نورانی شکل نیچے اُترتی ہوئی نظر پڑی جس نے کہا:۔

"اٹھ تو خدا کا نبی ہے۔ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ"۔ آپ نے سوال کیا کیا پڑھوں؟ اس کے بعد فرشتے نے رسول کو تلقین کی اور نہ صرف اس بڑی دنیا کا ذکر کیا جس میں ہم رہتے ہیں۔ بلکہ آسمان اور فرشتوں کی مخفی دنیاؤں بھی ذکر کیا اور اسکے علاوہ توحید یزدانی کی تعلیم دی جس کی وجہ سے ساری دنیا منور ہے نیز اس اہم کام کا تذکرہ کیا جس کے لئے محمد صاحب کو پیدا کیا تھا۔

یہ وہ عجیب و غریب واقعہ تھا جس نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صاحب کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس سے پہلے آپ صرف "امین" تھے مگر اب "رسول" ہیں۔ جیسا کہ تم نے دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں پڑھا ہے کہ اکثر اسی قسم کا فرشتہ آسمان سے نازل ہوتا ہے تاکہ پیغمبروں کی رہنمائی کرے اور انہیں تبلیغ حق کی ہمت پیدا کرے۔ کیونکہ ہماری دنیا کی نگرانی اور جانچ پڑتال ایک ایسی زندہ جاوید طاقت کے ہاتھ میں ہے جو ضرورت کے وقت دنیا میں پیغمبر بھیجا کرتی ہے۔ محمد صاحب اٹھے اور جلدی سے خدیجہ کے پاس گئے اور بیتابی کے ساتھ سوال کیا میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ وفادار بیوی نے جواب دیا تو صادق اور وفادار ہے۔ تو نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ خدائے قادر و توانا اپنے وفادار بندوں کو دہوکہ نہیں دیا کرتا۔ اس آواز کی پیروی کر اور جس کام کے لئے تجھے منتخب کیا گیا ہے اس کی تکمیل کر۔

اس طریقہ سے وفادار بیوی نے آپکی ہمت افزائی کی۔ اور ایمان بھی لے آئیں اسکے بعد اُسکے چند عزیز و اقارب بھی مسلمان ہو گئے لیکن ابو طالب نے جو آپ کے چچا اور زندگی بھر کے محافظ رہے آپکے پیغام کو تسلیم نہیں کیا اگرچہ اس سے ان کے فرزند علیؓ ایمان لے آئے تھے۔ تین سال تک آپ نے خاموشی کے ساتھ تبلیغ کی۔ اور اس عرصہ میں صرف تیس آدمی مسلمان ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنا پبلک وعظ کہا۔ جس میں خدا کی وحدانیت کا تذکرہ کیا۔ انسانی قربانی۔ شراب خوری اور ہر خراب عادت کے برے نتایج بیان کئے۔ آہستہ آہستہ کچھ اور آدمی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے لیکن ساتھ

ساتھ مخالفت بھی پورے زور کے ساتھ شروع ہو گئی - آپ کے پیرووں کو زبردستی چھین لیا جاتا تھا۔ طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں لیکن وہ لوگ اپنے پیغمبر پر کچھ ایسے فدا تھے کہ اپنی جان گرامی سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے ایک شخص سے جسے طرح طرح کی تکلیفیں دیکر نیم مردہ کر دیا گیا تھا دریافت کیا گیا کہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم آرام سے اپنے گھر بیٹھو اور محمد تمہاری جگہ پر ہوں۔ مرتے ہوئے آدمی نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم اگر میرے آقا محمد کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ تو بھی میں اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہنا گوارا نہ کرونگا" محمد صاحب سے ان لوگوں کی محبت اسقدر بڑھی ہوئی تھی۔

رفتہ رفتہ اہل عرب کے مظالم اسقدر بڑھ گئے کہ ابتدائی مسلمانوں کو کسی محفوظ اور مضبوط پناہ کی تلاش میں ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن جہاں کہیں بھی وہ گئے ان کے دلوں سے اپنے محبوب رسول اور انکی تعلیم کی یاد فراموش نہیں ہوئی۔

لیکن اب پیغمبر صاحب پر بھی تاریک زمانہ شروع ہوا۔ اور مخالفین کے مظالم اس ہولناک حد تک پہنچ گئے کہ سوائے ایک کے باقی تمام مسلمان ہجرت کر کے دوسرے ممالک میں چلے گئے۔ محمد صاحب کے چچا ابوطالب نے اصرار کیا کہ آپ اپنا کام چھوڑ دیں لیکن آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہ سنی اور کہا۔ "اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں رہونگا۔ یقیناً اس کام سے اس وقت تک دست بردار نہ ہونگا جب تک اللہ تعالیٰ اس نورانی مذہب کو دنیا پر ظاہر نہ کر دے یا میں خود اس کوشش میں جان نہ دیدوں" چچا کی گفتگو سے محمد صاحب دل شکستہ ہو جاتے ہیں اور رنج و تاسف اور

ملال کی حالت میں اپنا کمبل اوڑھ کر چلنے کے لئے تیار ہوتے ہیں کہ ان کے چچا کی آواز آتی ہے" ٹھہرو۔ ٹھہرو! محمد! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو آزادی سے کہو۔ خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ کبھی نہ چھوڑونگا" یہ الفاظ محمد صاحب کے اس چچا کے ہیں جس نے اگرچہ آپکے پیغام کو تسلیم نہ کیا تھا لیکن باوجود اس کے آپکے مشن اور آپ کی ذات سے اسقدر مانوس تھا۔

لیکن اب پہلے سے بھی زیادہ نازک وقت آتا ہے آپکے چچا اور آپ کی محبوب بیوی خدیجہ کا انتقال ہو جاتا ہے جو ہر کام میں آپ کی عقلمند مشیر تھیں۔ ان دونوں کی موت سے محمد صاحب تنہا رہ جاتے ہیں۔ اس سال کو مسلمان رونے کا سال کہتے ہیں

اب ان کے ساتھ مکہ میں صرف علی اور جان نثار ابوبکر رہ جاتے ہیں اُنکے دشمن ان کے قتل کی سازش کرتے ہیں لیکن وہ محصور مکان کے دریچہ سے نکلکر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ اور مکہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اسلام میں مکہ چھوڑنے کا سال ہجری کہلاتا ہے۔

غار کی تنہائی میں دشمنوں کے خوف سے کانپتے ہوئے ضعیف العمر ابوبکر نے کہا" ہم صرف دو ہیں"۔ محمد صاحب نے جواب دیا" ہم دو نہیں بلکہ تین ہیں۔ کیونکہ خدا بھی ہمارے ساتھ ہے"۔

اس کے بعد وہ مدینہ چلے جاتے ہیں۔ جہاں آپ کو بہت سے انصار مل جاتے ہیں۔ نومسلموں کی تعداد روزافزوں ترقی کرتی جاتی ہے یہانتک کہ آپ ایک سلطنت کے بادشاہ بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں سے آپ کی پبلک لائف کا آغاز ہوتا ہے اب ان کیلئے لازمی نہیں کہ ایک خاموش زاہد کی سی زندگی بسر کریں

برخلاف اسکے انہیں ہزار ہا لوگوں کی رہنمائی کرنا اور انکے مستقبل پر غور کرنا ہے۔
مکہ سے دشمن آپ کا تعاقب کرتے ہیں اور آپ ایک چھوٹی سی فوج جمع کرکے ان کا مقابلہ کرنے کی غرض سے نکلتے ہیں۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر انہیں ایک عظیم الشان اور مشہور و معروف فتح حاصل ہوتی ہے اور باوجود اس فتح عظیم کے محمد صاحب کا کیریکٹر یہ ہے کہ صرف دو آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور اپنے زمانہ کی رسم کے خلاف قیدیوں سے نہایت مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا جاتا ہے مسلمان انہیں روٹی دیتے ہیں اور خود کھجوریں کھاتے ہیں۔
اس کے بعد دس سال کی کشمکش کا زمانہ آتا ہے اور اس عرصہ میں سینکڑوں آدمی آپ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں میرے خیال میں تم بمشکل اندازہ کر سکو گے کہ محمد صاحب لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی کسقدر طاقت رکھتے تھے اور یہ کہ ارد گرد کے لوگوں کو آپ سے کسقدر محبت تھی اور آج بھی مسلمانوں کو آپ سے کسقدر عقیدت و الفت ہے۔
۸ جون ۶۳۲ء کو اس زندگی کا آخری سین نظر آتا ہے۔ محمد صاحب اسقدر ناتواں ہو گئے ہیں کہ اکیلے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ علی اور دوسرے صحابہ آپ کو سہارا دے کر مسجد میں لے جاتے ہیں۔ آپ یہ پوچھنے کے لیئے آواز بلند کرتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جس کے ساتھ انہوں نے کوئی سختی کی ہو یا جس کا کوئی قرض ان کے ذمہ ہو۔ ایک شخص ہلکی سی رقم کا مطالبہ کرتا ہے جو فوراً ادا کر دی جاتی ہے اس کے بعد دعا کے الفاظ دھیمے ہوتے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ آواز بالکل سنائی نہیں دیتی اور محمد صاحب اس جسم فانی کو چھوڑ کر زیادہ اعلیٰ اور زیادہ نورانی دنیاؤں میں اپنا کام کرنے کی غرض سے چلے جاتے ہیں۔

بخوف طوالت رسالہ ہم مندرجہ بالا دو سنادر ہی بطور نمونہ ازخروارے ہیں۔ اکتفا کرتے ہیں۔ الغرض مقبول عند کرام الناس

تقریظ امام اہل سنت ماحی بدعت حامی شریعت عالم ربانی مقبول صمدانی بحر العلوم طامس حبر القمقام حجۃ الاسلام سید المفسرین سند العلماء المعظمین حضرت قبلہ کعبہ مولانا مولوی حاجی صوفی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب لازال شموس فیضانہ ابداً

ایام جلسہ مرکزی حزب الاحناف ہند لاہور میں ایک کھلی چٹھی بنام علماء کرام میری نظر سے گذری تھی۔ جو اکرام الحق نامی کسی شخص نے شائع کی تھی یا جس میں بہی پرانے اعتراضات نصاریٰ کے تھے جو اس سے قبل ۱۹۱۴ء میں قاسم علی احمدی نے بار سوم لکھکر دہلی سے شائع کیے تھے۔ پھر حقائق قرآن میں بھی اعتراضات چھپے۔ اس کے بعد اس کھلی چٹھی میں شائع کیے گئے۔ اور جب شیر بیشۂ اہل سنت سیف الاسلام نے جوابات دیے تو میاں اکرام نے ایک اور پرچہ چھپایا۔ جسمیں مولوی گر علماء پر خاموشی کا الزام لگایا حالانکہ یہ محض غلط الزام تھا۔ مولوی گر علماء خاموش نہ رہے بلکہ انہوں نے تقریروں میں بھی جلسہ کے اندر بقدر وسعت وقت مختصر جوابات دیے بلکہ خود اکرام الحق مولوی عبد الحفیظ صاحب کے جواب کا شکر گزار ہوا۔ بہرکیف زیادہ تر اسطرف التفات کرنے کو اس لئے غیر ضروری سمجھا گیا کہ اسکا جواب پہلے بھی شائع ہو چکا تھا اور اب بھی بہت سے جوابات لکھے گئے۔ پھر حضرت جگر بند اختر عالم ربانی مقبول بارگاہ صمد مولانا حافظ حکیم سید محمد احمد اطال اللہ عمرہ باشاعۃ الدین والحجۃ سید المرسلین وجعلہ من الصادقین المصدقین ومطیع الاتقی ومعین المسلمین نے نہایت پسندیدہ طرز پر لفظ بلفظ ہر اعتراض اور شبہ کے مکمل جواب لکھے۔ اور ایسے لکھے کہ ہر ایک منصف مزاج بہکا ہوا مسلمان تو درکنار اگر ایک نصرانی عیسائی بھی بنظر انصاف دیکھے تو اسکی تشفی و تسلی کو کافی ہے اور عزیز موصوف نے اس جواب میں خصوصیت رکھی ہے کہ ہر شبہ کا جواب حسب خواہش معترض فقط آیات قرآنی سے دیا ہے اور حدیث و اجماع و قیاس شرعی سے مطلقاً کام نہیں لیا گیا۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ معترض صاحب کی یہ خواہش ایک حد تک کسی طرح حق بجانب نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ خود اپنی کھلی چٹھی کی سطر ۱۳ صفحہ اول پر لکھ چکے ہیں۔ کہ اس رسالہ کے مصنف نے تیرہ وجوہات بیان کی ہیں جو تمام کی تمام قرآن مجید کی آیات اور مسلمانوں کی مسلمات پر مبنی ہیں الخ تو جب قرآن کریم اور دیگر مسلمات اسلام پر مبنی اصول کو وہ خود تسلیم کرتا ہے اور اعتراض نمبر ۳ کو تو محض مسلمات اسلام کی بنا پر ہی نقل کیا ہے پھر میں نہیں سمجھ سکا کہ خود تو فضیلت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنے کو سب طرف جانیکا مجاز بنتا ہے اور دوسرے کو قرآن کریم سے جواب دینے پر مجبور کرے صفحہ ۲ کی سطر ۲۳ پر احادیث مشہورہ صحیحہ کے متعلق لکھتا ہے زبانی قصے کہانیاں چھوڑ کر کوئی قرآن سے اسکا ثبوت تو پیش کرے۔ سبحان اللہ! کیا زبانی قصے کہانی اور احادیث حبیب ربانی آپکے نزدیک ایک مرتبہ کی ہیں۔ ذرا قرآن کریم سے پوچھئے کہ وہ فرمان محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا عظمت ظاہر فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی یعنی ہمارے محبوب محمد رسول اللہ صلعم

اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے ان کی ہر بات ہماری وحی سے ہوتی ہے جو ان کو وحی کیجاتی ہے
اندریں صورت حضور کی ایک بھی حدیث کا انکار جبکہ وہ باسانید صحیحہ ثابت ہوجائے گویا مذکورہ آیۃ کریمہ کے انکار کو مستلزم
نہیں میاں الہام الحق کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جیسے حضور کو ہی اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا کہ آپکے تمام اقوال و افعال باسانید
صحیحہ آجتک منقول و مروی مع بیان حالات رواۃ چلے آرہے ہیں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا ایک قول و فعل
تو کیا اصلی انجیل کو بھی دنیا کے اسانید صحیحہ سے نہیں بلکہ ایک سند صحیح سے بھی کوئی عیسائی نہیں دکھا سکتا برخلاف
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپکے ہر قول و فعل کو ایک ایک سند سے نہیں بلکہ کئی کئی سندوں سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک دکھا دینے کو موجود ہیں اور اگر الہام الحق کو اسکا شوق ہو تو ہمارا مقدمہ تفسیر میزان الادیان کا مطالعہ کرے جو دفتر مرکزی
حزب الاحناف ہند لاہور سے مل سکتا ہے بلکہ اگر بغرض ہدایت الہام الحق خود لینے آئے تو ہم اسکو بلا قیمت دیدینگے اور اسکے مطالعہ
سے ہمیں یقین ہے کہ علاوہ دیکھنے سندوں کے جواب کے اور وہ اعتراضات بھی حل ہوجائینگے جو دہریوں وغیرہ نے اسلام پر کئے
تھے اور غالباً میاں الہام کا وہم بھی وہاں تک پہونچا ہوگا مجھے افسوس ہوا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو الہام
الحق نے مثل قصے کہانیوں کے قرار دیدیا اور آنکہ خود کو بھی فضیلت عیسیٰ علیہ السلام میں مسلمات اسلام سے مدد دینی پڑی
جیسا کہ اعتراض نمبر ۱۳ سے ظاہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ سوائے اسلام کوئی مذہب بھی
بانی مذہب کے اقوال و افعال کو بانی مذہب تک اسانید صحیحہ کے ساتھ مع بیان حالات رواۃ نہیں بیان کر سکتا اسی واسطے
اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو انکے متبعین کے ذریعے جمع کراکر انہیں باسانید
صحیحہ موثق کرایا اور پھر حکم فرمایا وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنی ہمارے حبیب
رسول جو تمکو دیں لے لو اور اسپر عمل کرو اور جس سے تمکو منع فرمائیں باز رہو دوسری جگہ فرمایا الذین یتبعون الرسول النبی
الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل الخ۔ یعنی مسلمان وہ ہیں جو
پیروی کرتے ہیں ہمارے رسول کی جو نبی امی لقب ہیں انکا ذکر توریت اور انجیل میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بلکہ
ہنود کے ویدوں میں بھی باآنکہ وہ باطل ہیں۔ مگر حضور کا ذکر موجود ہے اس بحث کو بھی ہم نے اپنے اس مقدمہ میزان
الادیان میں بہ تفصیل لکھا ہے۔

جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض قصص و حکایات تصور کرنے والے خود سمجھتا
مستلزم انکار قرآن ہے جو صریح گمراہی اور بددینی ہے تو اب احادیث سے اگر آپ توبہ کرینگے تو عیسیٰ علیہ السلام
کے معجزات سے کہیں زیادہ بلکہ بے شمار معجزات ہمارے حضور کی احادیث سے آپکو ملینگے جو مسلمات اسلام میں
سے ہیں مگر یہ جب ہی جب کبھی آپ کو ہم سے ملنے کی خدا توفیق دیگا۔ اب تو میں اپنے لخت جگر کو دعا

دیتا ہوں کہ انہوں نے آپ کی خواہش کے مطابق تمام اجوبہ قرآن کریم سے بالاختصار لکھدیئے ور باوجود مختصر ہونیکے بفضلہ الیسے اوضح اور جامع ہیں کہ ایک تحقیق کرنیوالے کی تشفی کو کافی۔ اللہ عزیز کو اجر عظیم عطا فرماوے آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الامین فقیر حقیر ابو محمد محمد دیدار علی امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمحبیہ

اطلاع:۔ مقدمہ میزان الادیان اگر ناظرین میں سے کوئی صاحب دیکھنا چاہیں تو دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور سے بقیمت ۴ر خرید فرمادیں۔ (سکریٹری بزم تنظیم)

تقریظ فاضل نوجوان واعظ خوش بیان عالم یگانہ فاضل فرزانہ سید المناظرین حضرت مولانا ابوالبرکات

سید احمد صاحب

صدر مدرس مدرسہ دار العلوم حزب الاحناف و ناظم مرکزی حزب الاحناف ہند لاہور عم فیضہ ودام عزہ۔

مبسملاً وحامداً ومصلیاً ومسلماً۔

من الذین کشف الستر عن کل کاذب، وعن کل نصرانی بالعجائب

ولولا رجال مومنون لهدمت، صوامع دین اللہ من کل جانب

قد سمعت رسالۃ طیبۃ وعجالۃ نفیسۃ صنفت فی جواب اسئلۃ اکرام الحق المرزائی او العیسائی اولاً الی ہا والاًن والی ہؤلاء من اولہ الی اخرہ فنعم الجواب وھو احق ان یقال عین الصواب ولعمری انہا العروۃ الوثقی لطالب الحق والرشد والہدی یستغنی بہا عما سوی کیف لا وھی محلاۃ بحلی ایات القران وموشحۃ بنصوص الفرقان فمن لرادنی لبصیرۃ فانہ یہتدی بہا الی صراط مستقیم وطریق سوی ومن اکتحلت عیونہ بکحل الانصاف والتقی فبمطالعۃ یجد سبیل الرشد والہدی وانشاء اللہ لایجد من لا یشفی لان العلامۃ المجیب والفاضل الاریب البحر الطمطام والحبر القمقام مولٰنا الاعظم واخانا المعظم ابا الحسنات الحافظ الحکیم محمد احمد صانہ اللہ عن شر کل حاسد اذا حسد وجزاہ اللہ وعن سائر المسلمین جزاء العزیز المدد قد بذل جہدہ لاحقاق الحق علی اکرام الحق وسعی وجمع الادلۃ القطعیۃ واوفی واتی بتحقیق انیق رائق فائق مرضی واستقصی حتی صار بمقابلۃ اہل الطرائق

والھوی مصدا قا للقول الدائر والمثل السائر لکل فرعون موسیٰ۔
وکذالک یحق الحق ولقذفہ علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق واھوی
ومن کان فی ھذہ الوالقیہ عمی فھو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا وربکم
اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی۔ فقط

نمقہ المفتقر الی اللہ الصمد ابو البرکات سید احمد
السنی الحنفی الرضوی القادری الناظم المرکزی انجمن
حزب الاحناف ھند لاھور۔

تقریظ حضرت مولانا مولوی سید منور علی صاحب عربک ٹیچر ڈسٹرکٹ بورڈ
سکول اوسیا تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی

میں حسن اتفاق سے چھٹیوں میں آیا ہوا تھا۔ میں نے اکرام الحق کی کھلی چٹھی بھی اول سے آخر تک
پڑھی۔ اور جناب مولانا مولوی حافظ قاری حکیم سید ابو الحسنات محمد احمد صاحب قادری خطیب
مسجد وزیر خان سلمہ نے جو جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ اول سے اخیر تک پڑھے اور اس سے
اول جو جوابات دیگر اصحاب کی طرف سے شائع ہوئے وہ بھی دیکھے۔ مگر میں اس عجالۂ
مبارکہ کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ ممدوح نے نہایت محنت سے تتبع فرما کر جواب دیئے ہیں
اگر توفیق ہدایت ہو تو اکرام جیسے اور مشتبہ افراد کے لئے بھی یہ بہترین مشعل ہدایت ہے
اور من یضلل اللہ فلا ھادی لہ یہ دوسری بات ہے۔ میں دعا کرتا ہوں
کہ اللہ مؤلف کے علم و عمل میں برکت دے اور اسی قسم کی خدمات دینی میں مصروف رکھے
آمین بحرمۃ النبی الامین۔ سید منور علی عفی عنہ۔

گذارش ضروری:۔ چونکہ کھلی چٹھی ہزارہا کی تعداد میں شائع کیجا چکی ہے۔ لہٰذا اگر ناظرین کی نظر میں یہ
جواب مفید ہے تو اسے کافی تعداد میں شائع کرنے کے لئے جو صاحب بزم کی امداد فرمادینگے۔ وہ حقیقتاً ایک خدمت دینی کا
ثواب لینگے۔ (سکرٹری بزم تنظیم مسجد وزیر خان۔ لاہور)